آسمانِ رسالت ﷺ کے نجوم وکواکب کا زرّیں سلسلہ

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا

الدین کا خصوصی شمارہ

بہ عنوان

بناتِ طیّبات

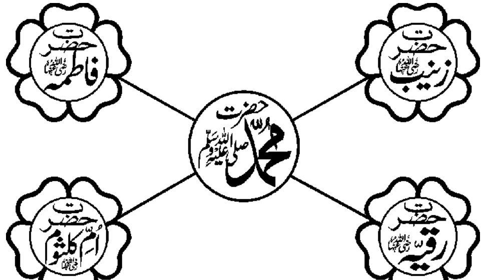

بیادگار

محسنِ قوم وملت حضرت اقدس مولانا احمد حسن بھام سملکی

(بانی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک)

زیرِ سرپرستی

حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

(شیخ الحدیث جامعہ ھٰذا)

حسبِ ایماء

حضرت اقدس مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی مدظلہ العالی

(مہتمم جامعہ ھٰذا)

ناشر

شعبۂ تقریر و تحریر

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک، گجرات

تفصیلات

کتاب کا نام : بیناتِ طیبات (الدین کا خصوصی شمارہ)

کاوش : طلبۂ جامعہ ڈابھیل

زیرِ سرپرستی : حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

حسبِ ایماء : حضرت اقدس مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی مدظلہ العالی

صفحات : ۱۲۸

سنت اشاعت : جمادی الاخریٰ ۱۴۳۹ھ/ مارچ ۲۰۱۸ء

ناشر : شعبۂ تقریر وتحریر جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

تفصیلی فہرست

نمبر شمار	عناوین	مضمون نگار	صفحہ
۞	آغازِ سخن	معاذ عبدالرزاق چارولیہ	۱۱
۱	حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم	محمد حنظلہ مشتاق دھولوی	۱۵
۲	حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم	انس محمد علی نرولوی	۳۱
۳	حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم	علی محمد بن ضیاء الحق راجستھانی	۵۳
۴	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	عبداللہ بلساڑی	۶۹

تفصیلی فہرست

نمبر شمار	عناوین	صفحہ

حضرت زینبؓ بنت رسول ﷺ

نمبر شمار	عناوین	صفحہ
۱	ولادت	۱۵
۲	نسب	۱۶
۳	بچپن	۱۶
۴	نکاح	۱۶
۵	مشرف بہ اسلام	۱۷
۶	ہجرت	۱۸
۷	ہجرتِ مدینہ	۲۰
۸	حضرت ابو العاصؓ کی محبت	۲۲
۹	ابوالعاص کا اسلام کے دامن میں آنا	۲۳
۱۰	تجدیدِ نکاح اور وفات	۲۵
۱۱	تجہیز وتکفین	۲۵
۱۲	دعائے برائے قبر	۲۶
۱۳	لباس	۲۶
۱۴	وفاتِ زینبؓ کے اثرات	۲۶

۱۵	سیدہ زینبؓ کی اولاد کا ذکرِ خیر	۲۷
۱۶	علی بن ابی العاص	۲۷
۱۷	اُمامہ بنت ابی العاص	۲۸
۱۸	سوانحی خاکہ	۳۰

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

۱۹	نام ونسب	۳۱
۲۰	ولادت	۳۲
۲۱	تربیت اور نشو ونما	۳۲
۲۲	اسلام اور بیعت	۳۲
۲۳	نکاحِ اوّل قبل از اسلام	۳۳
۲۴	عتبہ کا قبولِ اسلام	۳۵
۲۵	حضرت عثمان کا قبولِ اسلام اور دوسرا نکاح	۳۵
۲۶	حضرت عثمانؓ کا مختصر تعارف	۳۸
۲۷	نام ونسب	۳۸
۲۸	حالات قبل الاسلام	۳۹
۲۹	قبول اسلام پر مصائب وشدائد	۳۹
۳۰	غزوات میں شرکت	۳۹
۳۱	تیسرے خلیفۂ راشد	۴۰
۳۲	شہادت	۴۱
۳۳	فضائل ومناقب	۴۱

۳۴	اُمّ عیاش کا ذکر	۴۱
۳۵	اپنے خاوند کی خدمت گزاری	۴۲
۳۶	ہجرتِ حبشہ	۴۲
۳۷	حبشہ کی جانب دوبارہ ہجرت	۴۴
۳۸	ہجرتِ مدینہ	۴۵
۳۹	علالت ووفات	۴۵
۴۰	اولاد	۴۷
۴۱	سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا حلیہ	۵۰
۴۲	خلاصۂ کلام	۵۱
۴۳	سوانحی خاکہ	۵۲

حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

۴۴	نام ونسب	۵۴
۴۵	ولادت اور نشو ونما	۵۴
۴۶	قبولِ اسلام اور بیعت	۵۵
۴۷	نکاحِ اوّل	۵۵
۴۸	طلاق	۵۶
۴۹	سسر اور ساس کا انجامِ بد	۵۸
۵۰	دوسرا صدمہ	۵۹
۵۱	ماں کی خدمت	۵۹
۵۲	والدۂ محترمہ کا سانحۂ وفات	۶۰

۵۳	مدینہ کی جانب ہجرت	٦٠
۵۴	دوسرا نکاح	٦١
۵۵	رخصتی	٦٣
۵٦	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مختصر سوانحی خاکہ	٦۴
۵٧	فتحِ مکہ میں شرکت	٦۴
۵٨	وفات	٦۴
۵٩	تجہیز و تکفین	٦۵
٦٠	نمازِ جنازہ اور تدفین	٦٦
٦١	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تسکینِ خاطر	٦٦
٦٢	حلیہ	٦٧
٦٣	اولاد	٦٨
٦۴	خلاصۂ کلام	٦٨

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

٦۴	نام ونسب	٦٩
٦٦	ولادت باسعادت	٧٠
٦٧	حلیہ	٧١
٦٨	بچپن	٧١
٦٩	قبولِ اسلام	٧٢
٧٠	قبولِ اسلام کے بعد	٧٣
٧١	ابوجہل کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو طمانچہ مارنا	٧۵

۷۲	شعب ابی طالب کی محصوری	۷۶
۷۳	والدۂ محترمہ حضرت خدیجہؓ کی وفات	۷۶
۷۴	طائف سے واپسی اور حضرت فاطمہؓ	۷۷
۷۵	ننھی فاطمہ کے جذبات	۷۸
۷۶	ہجرتِ مدینہ	۷۸
۷۷	نکاح	۷۹
۷۸	حضرت فاطمہؓ کا جہیز	۸۳
۷۹	حضرت فاطمہؓ کی رخصتی	۸۴
۸۰	حضرت علیؓ ایک نظر میں	۸۵
۸۱	گھر کے کام کی تقسیم	۸۶
۸۲	بیٹی کا فراق	۸۶
۸۳	غزوات میں شرکت	۸۷
۸۴	فتح مکہ میں شرکت	۸۸
۸۵	شہدائے موتہ پر بہتی آنکھیں	۸۸
۸۶	وصالِ نبوی سے کچھ دن پہلے	۸۹
۸۷	وفاتِ حبیب اور حضرت فاطمہؓ	۹۰
۸۸	حضرت فاطمہؓ اور دورِ صدیقی	۹۲
۸۹	حضرت فاطمہؓ کا ابوبکر سے خوش ہونا	۹۳
۹۰	حضرت فاطمہؓ کا حضرت علیؓ کو نکاح کی وصیت کرنا	۹۴
۹۱	وفات	۹۴

۹۲	حضرت فاطمہؓ کی وفاتِ حسرت آیات پر صحابہؓ کی حالت	۹۶
۹۳	تجہیز و تکفین	۹۶
۹۴	آخری دیدار	۹۷
۹۵	حضرت فاطمہؓ کا جنازہ اور شیخین کی شمولیت	۹۷
۹۶	حضرت فاطمہؓ کی وفات اور حضرت علیؓ	۹۸
۹۷	حضرت فاطمہؓ کی اولاد	۹۸
❁	**فضائل و مناقب**	❁
۹۸	ایں خانہ ہمہ آفتاب است	۱۰۰
۹۹	جنتی عورتوں کی سردار	۱۰۱
۱۰۰	فاطمہؓ سفید خیمہ میں ہوگی	۱۰۲
۱۰۱	جنت میں حضرت فاطمہؓ کی شان	۱۰۳
۱۰۲	فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے،	۱۰۳
۱۰۳	فاطمہؓ کی رضامندی میں اللہ کی رضامندی ہے	۱۰۴
۱۰۴	حضرت فاطمہؓ کی آپ ﷺ سے مشابہت	۱۰۵
۱۰۵	آپ ﷺ کی حضرت فاطمہؓ سے محبت	۱۰۵
۱۰۶	اہلِ بیت کے بارے میں آیتِ تطہیر	۱۰۶
۱۰۷	اہلِ بیت سے مؤدت	۱۰۷
۱۰۸	جنت کا خوشبودار پھول	۱۰۷
۱۰۹	دنیا کی بہترین خاتون	۱۰۸
۱۱۰	ایثار و سخاوت	۱۰۸

۱۱۱	شرم وحیا	۱۱۰
۱۱۲	صدق وراستی	۱۱۱
۱۱۳	عبادت وشب بیداری	۱۱۲
۱۱۴	حضرت فاطمہؓ کی کرامت	۱۱۳
❁	**اوصاف و کمالات**	❁
۱۱۵	زہدوقناعت	۱۱۴
۱۱۶	سوال کر کے شرمندہ نہ کرو	۱۱۵
۱۱۷	حضرت فاطمہؓ کا لباس	۱۱۵
۱۱۸	عسرت وتنگی	۱۱۵
۱۱۹	خادمہ کا سوال اور تسبیحاتِ فاطمی	۱۱۸
۱۲۰	شادی کے بعد بھی تربیت کا خیال رکھنا	۱۲۱
۱۲۱	حضرت فاطمہؓ کو دعا سکھلانا	۱۲۳
۱۲۲	زوجین میں صلح کروانا	۱۲۳
۱۲۳	اولادِ فاطمہؓ سے محبت	۱۲۴
۱۲۴	والد اور بیٹی کا ایک دوسرے کا خیال رکھنا	۱۲۵
۱۲۵	حضرت فاطمہؓ کا ایثار اور یہود کا اسلام	۱۲۵
۱۲۶	جہنم کا خوف	۱۲۷
۱۲۷	روایاتِ حدیث	۱۲۷

آغازِ سخن

ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہم سب کی عقیدت ومحبت کا مرکز ومحور سرکارِ کائنات، تاجدارِ بطحا، مخدوم عالم، محسنِ انسانیت، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفیٰ، احمدِ مجتبیٰ صلوات اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ کی ذاتِ اقدس ہے اور کیوں نہ ہو کہ آپ ﷺ کی اپنی امت کے ساتھ شفقت بے انتہا، امت کی خاطر قربانی بے پناہ، امت کے لیے راتوں کو رونا بے حدوحساب، امت کے اعمال واخلاق، گفتار وکردار اور ہر ہر شعبۂ حیات میں اصلاح وتربیت، صلاح و درستگی اور فلاح و بہبود کی جدوجہد شمار وقطار سے باہر ہے۔ ہماری عقیدت ومحبت کا محور ہونے کے لیے تو بس اتنا ہی کافی تھا؛ مگر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہی مقدس ہستی ہمارے خالق ومالک، معبود ومسجود اللہ جل شانہٗ کی نگاہ میں کس قدر بلند وبالا مراتب پر فائز ہے تو ہماری محبت کا جذبہ ہمیں عشق وجنون کی ساری حدوں کو پار کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ انسانیت اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر، تاریخ اس کی نظیر لانے میں ناکام، دنیا اس کا مثیل دِکھانے سے بے بس اور کائنات اس کا ثانی پیدا کرنے میں شکست خوردہ نظر آتی ہے، جس کے بارے میں شاعر گویا ہے:

جہاں کے سارے کمالات اِک تجھ میں ہیں
تیرے کمالات کسی میں نہیں مگر دو چار

اور ایک سچّے دیوانے اور عاشقِ زار حسان بن ثابتؓ نے تو حق ادا کر دیا:

واحسن منك لم تر قط عيني
واجمل لم تلد النساء

خلقت مبرائة من کل عیب
کأنك قد خلقت کما تشاء

ہماری عقیدتوں کا سلسلہ صرف محمد عربی ﷺ کی ذات پر ختم نہیں ہو جاتا؛ بلکہ اس سے تعلق رکھنے والی ہر شئے ہمارے دلوں میں پیوست ہو کر محبت والفت کے گیت گاتی ہے۔حتیٰ کہ اس ذاتِ اقدس نے جس جانور کو ایک مرتبہ استعمال کرلیا ہو، ایک مسلمان سارے انسانی کمالات کے باوجود اس جانور پر رشک کرنے سے نہیں چوکتا، تو پھر آپ ﷺ کی صلبِ اقدس سے وجود پذیر ہونے والی اولاد مسلمان کی عقیدت ومحبت کی کس قدر مستحق وحقدار ہوگی؟ اس کا اندازہ چنداں مشکل نہیں ہے۔

آپ ﷺ کی صلبِ مبارک سے ویسے تو نرینہ اولاد بھی ہوئیں، مگر قضا وقدر کا فیصلہ دیکھیے کہ ایک بھی سنِ بلوغ کو نہ پہنچ سکی؛ اس لیے ان بابرکت فرزندان کے احوال شرح و بسط کے ساتھ کما حقہٗ ورطۂ تحریر میں نہیں لائے جاسکے؛ البتہ آپ ﷺ کی بناتِ طیّبات وہ پاکیزہ ومقدس شہزادیاں تھیں جن پر کائنات کی ساری عورتیں قربان ہیں۔

جن شہزادیوں نے اسلام کی حمایت ونصرت میں کبھی اپنے باپ کا ساتھ نہ چھوڑا، جن کے احسانات سے آج ہر مسلمان مرد وزن گراں بار نظر آتا ہے، جن کی قربانیوں نے اسلام کو جلا بخشی، ان میں کی ہر ایک اپنے باپ کی لاڈلی اور دلاری تھی۔اتنا ہی نہیں انھوں نے اپنے باپ کا ساتھ ہر مشکل گھڑی میں دیا؛ بلکہ باپ کی تعلیمات کو ایسا حرزِ جان بنایا کہ دنیا کی ہر مشقت ان کے لئے آسان ہوگئی۔ایک طرف حضرت زینبؓ سفرِ ہجرت میں اونٹ پر سے گرائی جارہی ہیں، تو دوسری طرف حضرت رقیہؓ واُمّ کلثومؓ دونوں بہنوں کو بیک وقت طلاق کی کوفت جھیلنی پڑرہی ہیں۔ جہاں ایک طرف اپنے باپ سے دور حبشہ کی سرزمین پر غریب الوطنی کی حالت میں سانسیں لے رہی ہیں وہیں دوسری طرف سرزمینِ مکہ پر فاطمہؓ وام کلثومؓ عداوتوں اور مخالفتوں کے طوفان میں گھری نظر آتی ہیں۔ وہ دیکھو

مدینے کی سرزمین پر والدِ گرامی کی غیر موجودگی میں حضرت رقیہؓ جان جانِ آفریں کے سپرد کر رہی ہیں، تو وہیں حضرت فاطمہؓ شہنشاہِ دو عالم کی شہزادی اور خاتونِ جنت ہو کر بھی گھر کے سارے کام بغیر کسی خادم و ملازم اور غلام کے تنِ تنہا خود انجام دے رہی ہیں۔

غرض کن کن خوبیوں کو گنایا جائے اور کس کس واقعے کا ذکر کیا جائے۔ ہر واقعہ اپنے تئیں عبرت کے سینکڑوں سامان اور ہر پہلو اپنے آپ میں موعظت کے ہزاروں نکتے سمیٹے ہوئے ہیں۔

ہر مومن مرد و عورت پر لازم ہے کہ ان کی زندگیوں کا بغور مطالعہ کرے اور اپنی بیٹیوں کو نبی ﷺ کی بیٹیوں کے نقشِ قدم پر چلانے کی سعی و کوشش کرے۔

کتنے افسوس کا مقام ہے کہ آج مسلمان اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو آقا و مولی ﷺ کی بیٹی کو چھوڑ کر بناتِ یورپ و حسینانِ مغرب کے راستوں پر ڈال رہا ہے۔ اسے دخترانِ نبوت کے بجائے فحش و عریاں نازنینوں کی ادائیں بھانے لگی ہیں۔ وہ اپنے جگر گوشوں کو اپنے سردار ﷺ کے جگر گوشوں کی طرح دیکھنا پسند نہیں کرتا ہے۔ اسے فاطمہؓ کا پردہ فیشن کی راہ میں سب سے بڑی رُکاوٹ نظر آتا ہے۔ اسے اپنے عیشِ فراواں کے سامنے زینبؓ کی قربانیاں نظر نہیں آتی۔ اسے کبھی شادی اور اس کی رسومات مناتے اور نبھاتے وقت رقیہؓ و اُمّ کلثومؓ کا طلاق سے تڑپ جانا یاد نہیں آتا۔ جب شوہر کے خلاف شکوے شکایت کی زبانیں دراز ہوتی ہیں تب لوگ اپنے حیادار و پاکباز شوہر عثمانؓ کے سر کی مالش کرتی ہوئی اُمّ کلثومؓ کو بھول جاتے ہیں۔ نوکروں کی فوجِ ظفر موج پر چیختے چلاتے وقت کتنے ہیں جنھیں فاطمہ کا چکّی پیسنا، پانی بھرنا اور ہاتھوں کے چھالے گننا تڑپاتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب ہر مسلمان مرد کو بالعموم اور ہر مسلمان عورت کو بالخصوص اپنا بھولا ہوا سبق یاد دلاتی ہے یہ کتاب انہیں بتاتی ہے کہ تمہارا آئیڈیل و نمونہ کون ہیں؟ یہ اوراق انہیں اس مقدس گھرانے کی پاکباز بیٹیوں سے واقف کراتے ہیں جن کے تقدس پر خود تقدس

سو بار نثار ہے۔ یہ سطریں اس عطر بیز وگل ریز گلشن کی سیر کراتی ہیں جس کا باغبان صرف گلشن کا نہیں بلکہ گلشن وصحرا کا بیک وقت باغبان تھا۔

ضرورت ہے کہ امت کی بیٹیوں کے لئے ایک تحریک چلائی جائے تا کہ امت کی ہر بیٹی اپنے حبیب ﷺ کی کسی نہ کسی دختر کو اپنا اسوہ اور آئیڈیل بنائے اور مغرب کی گندی تہذیب اور متعفن کلچر سے نکل کر بناتِ رسول رضی اللہ عنہم کے پاکیزہ طور طریق اور مبارک طرزِ زندگی کو اپنا سکے۔

اللہ تعالیٰ مجھے، قارئین اور ہر مسلمان کو اس کتاب سے نفع اٹھا کر اپنی بکھری زندگی سنوارنے کی توفیق عطا فرمائے اور بروزِ حشر ہمارا شمار اس پاکیزہ ومقدس گھرانے کے عاشقوں میں فرمائے۔

آیں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

فقط

کتبہ، معاذ عبدالرزاق چارولیہ
خادم شعبۂ تقریر وتحریر جامعہ ڈابھیل

مورخہ ۵؍مارچ ۲۰۱۸ء
وقت: شب ایک بج کر پانچ منٹ پر

حضرت زینبؓ بنت رسول ﷺ

محمد حنظلہ مشتاق دھولوی (متعلّم عربی سوم)

اے اجلّہء صحابہؓ کا مخزن! اے نامور شخصیتوں کا مرجع! اے خوش نصیب خاندانِ شہنشاہِ بطحا! مبداءِ فیاض نے تجھے کن کن گوہرِ نایاب سے نوازا، اور کیسے کیسے آب دار و تاب دار موتیوں سے تیرے دامن کو مالا مال کیا! تیری روشوں پر مصروف خرامِ صبحِ چمن ہے کہ بادِ نسیم! تو ایسا صدا بہار گلشن ہے کہ تیرے پھولوں کا منہ دھلانے کے لیے شبنم بلندیوں سے اترتی ہے تجھ ہی میں سے ایک گلِ سر سبد حضرت زینب بنت رسول ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ آج قلم کا سر بھی فرطِ عقیدت و محبت سے جھکا جاتا ہے کہ اسے بنتِ رسول ﷺ کی حیاتِ طیبہ پر لکھنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

ایں سعادت بہ زورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ولادت

سرزمینِ عرب ہی کے نہیں؛ بلکہ دنیا بھر کے سب سے مشہور و مقدس شہر مکۃ المعظمہ کی سنگلاخ سرزمین میں یہ سدا بہار پھول کھلا، خالقِ کائنات نے اپنے اس گوہرِ نایاب کے ظہور کے لیے اُمّ المومنین حضرت خدیجہؓ کا بطنِ مبارک منتخب کیا اور پرورش کے لیے رسالت مآب ﷺ کی چشمِ فیض اثر نے کام کر دکھایا۔ پھر یہ پھول ایسا مہکا کہ اس کی خوشبو چہار دانگِ عالم میں پھیل گئی اور سینکڑوں گم کردۂ راہ لوگوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا اور ان شاء اللہ تا قیامِ قیامت یہ سلسلۂ رشد و ہدایت جاری رہے گا۔

صحیح قول کے مطابق آپؓ کی ولادت بعثتِ نبوی سے دس سال پہلے مکۂ معظّمہ میں ہوئی۔ بعض تذکرہ نویسوں کے قول کے مطابق حضرت خدیجہؓ اور نبی کریم ﷺ کے بابرکت نکاح کے پانچ سال بعد ولادت باسعادت ہوئی۔ اُس وقت آپ ﷺ کی عمر تیس برس کی تھی۔ حضرت زینبؓ آپ ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔

نسب

والد کی جانب سے آپ کا نسب زینب بنت محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی ہے، اور والدۂ محترمہ کی طرف سے آپ کا نسب شریف زینب بنت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد بن عبدالعزیٰ بن قصی ہے۔ گویا کہ سیدہ زینبؓ پاکیزہ اور اعلیٰ نسب کی حامل نجیب الطرفین تھیں۔

بچپن

نبیٔ کریم ﷺ کی چشمِ فیض اثر کا نتیجہ ہے کہ آپؓ کی ذات میں عدل وانصاف، اخوت ومحبت، ہمدردی وغمخواری، حیا اور پاکدامنی جیسے اوصاف نمایاں نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ تھی آپ ﷺ اپنی اس بڑی صاحبزادی کے ساتھ خصوصی محبت فرمایا کرتے تھے۔ اسی کو الشیخ حسین دیار البکر ی نے اپنی کتاب ’تاریخ الخمیس‘ میں کچھ اس طرح لکھا ہے:

”کان رسول اللہ ﷺ محبا فیھا۔“

چونکہ حضرت زینبؓ کے عہدِ طفولیت کے حالات پردۂ خفا میں ہیں اور کتب تاریخ کا دامن اس سے خالی ہے؛ اس لیے زمانۂ نکاح سے آپ کے احوال قلمبند کیے جاتے ہیں۔

نکاح

ابھی آپؓ نے دورِ طفولیت سے گذر کر شباب کی دہلیز پر قدم رکھا ہی تھا کہ سید عالم ﷺ نے آپ کا نکاح آپ ہی کے حقیقی خالہ زاد بھائی جناب ابوالعاص بن ربیع سے

کروادیا۔

ابوالعاص کی والدہ کا نام ہالہ بنت خویلد تھا، ابوالعاص تو ان کی کنیت تھی، اصل نام تاریخ کے دھندلکوں میں یوں گڈ مڈ ہو گیا ہے کہ حقیقت کا پتہ چلانا ناممکن ہے، کسی نے آپ کا نام لقیط تو کسی نے زبیر، کسی نے مہتشم تو کسی نے یاسر اور ہیثم لکھا ہے۔ بعض روایات میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے وہ فرماتی ہیں کہ ابوالعاص بن ربیع مکہ میں ان لوگوں میں شمار ہوتے تھے جو صاحبِ مال، صاحبِ تجارت اور صاحبِ امانت تھے۔

واقعۂ نکاح کچھ اس طرح پیش آیا کہ اُمّ المومنین حضرت خدیجہؓ اپنے بھانجے ابوالعاص کو ان کے بلند کردار کی بنا پر بیٹے کی طرح عزیز رکھتی تھیں اور چونکہ ابوالعاص نے بھی اس گوہرِ نایاب کو مہدِ نبوت ﷺ میں چمکتے دمکتے دیکھا تھا۔ حضرت زینبؓ کے اخلاقِ حسنہ کی چمک دمک نے ان کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا اور انہوں نے اپنی خالہ کے سامنے نکاح کی خواہش ظاہر کی اور ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے بھی گزارش کی۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ: یہ تو بہترین رشتہ ہے؛ لیکن میری بیٹی کی مرضی بھی تو معلوم ہونی چاہیے۔ چنانچہ سیدہ زینبؓ سے پوچھا گیا اور آپ کی رضامندی کے ساتھ نکاح ہوا ٹ اس طرح حضرت ابوالعاص کو رسولِ اکرم ﷺ کی دامادی کا شرف حاصل ہوا۔

مشرف بہ اسلام

شورِ سلاسل سے جرسِ ہدایت کا غلغلہ بپا ہوتا ہے اور آفتابِ نبوت فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہوتا ہے۔ پھر اس کی ضیاباری جن اوّلین مقدس افراد کے نہاں خانۂ دل کو منور کرتی ہے ان میں حضرت خدیجہؓ سرفہرست ہیں؛ اس لیے آپ کی صاحبزادی بھی حضرت خدیجہؓ کے ساتھ ہی مشرف بہ اسلام ہو گئی تھیں۔

یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب کہ ابوالعاص تجارت کی غرض سے مکہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے دورانِ سفر ہی رسولِ اکرم ﷺ کی نبوت کے بارے میں خبریں سن لی

تھیں۔ جیسے ہی وہ مکہ پہنچے اور حضرت زینب نے ان سے کہا کہ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے تو وہ شش و پنج میں پڑ گئے، انہوں نے کہا کہ: اے زینب! کیا تو نے یہ بھی نہ سوچا کہ اگر میں ایمان نہ لاؤں تو کیا ہوگا۔ سیدہ زینب نے جواب دیا کہ: میں اپنے صادق وامین باپ کو کیسے جھٹلا سکتی ہوں؟ اور پھر میری ماں اور بہنیں اور تمہاری قوم میں سے حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت زبیر ابن العوامؓ بھی تو ایمان لے آئے ہیں۔ اور میرا یہ خیال نہیں کہ تم میرے باپ کو جھٹلاؤ گے اور ان پر ایمان نہیں لاؤ گے۔ ابوالعاص نے کہا: مجھے تمہارے والد پر شک و شبہ نہیں ہے؛ لیکن مجھے ڈر ہے کہ مجھ پر قوم الزام لگائے گی اور کہے گی کہ میں نے بیوی کی خاطر اپنے آباؤاجداد کے دین کو چھوڑ دیا۔ چنانچہ انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا۔

اشاعتِ اسلام کے ساتھ ساتھ کفار کی مخالفت روز بہ روز بڑھتی گئی اور انہوں نے آپ ﷺ اور آپ کے رفقا کو تکلیف دینے کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا؛ یہاں تک کہ مخالفت اس قدر بڑھ گئی کہ ابولہب واُمّ جمیل کے کہنے پر ان کے بیٹوں: عتبہ وعتیبہ نے سیدہ زینبؓ کی تقدس مآب بہنوں: رقیہ واُمّ کلثوم کو طلاق دے دی۔ قریش کے چند لوگوں نے ابو العاص کو بھی مجبور کیا کہ وہ بھی حضرت زینبؓ کو طلاق دے دیں، اور اس کے بدلے قریش کی شہرۂ آفاق حسین وجمیل دوشیزاؤں میں سے جس سے چاہیں نکاح کرلیں؛ لیکن انہوں نے صاف انکار کردیا اور کہنے لگے: ”لا واللّٰہ لا افارق صاحبتی وما یسرنی ان لی بامراتی افضل امراۃٍ من قریش“ (میں اپنی بیوی کو طلاق دے کر اپنے سے جدا نہیں کرسکتا اور اس کے عوض میں قریش کی کسی عورت کو پسند کرنا میری خوشی کا باعث نہیں ہوسکتا ہے) یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ ان کی قرابت کو اچھا سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ: ابوالعاص نے بہترین دامادی کا ثبوت دیا۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ کہیں جارہے تھے کہ کفار نے آپ ﷺ کے خلاف آوازیں کسیں اور وہ حضور ﷺ کے ساتھ گستاخی سے پیش آئے اور آپ ﷺ کے چہرے پر مٹی پھینکی۔ اتنے میں حضرت زینبؓ کو پتہ چلا تو وہ بھاگی بھاگی آئیں۔ آپ ﷺ کے لیے پانی لائیں اور اپنے ہاتھوں

سے آپ ﷺ کے چہرہ کو دھویا۔ آں حضرت ﷺ کا یہ حال دیکھ کر حضرت زینبؓ کا دل بھر آیا اور رونے لگیں، تو آپ ﷺ نے اپنی صاحبزادی کو تسلی دی اور فرمایا: ”لا تبکی یا بنیة فان اللّٰہ مانع ایاك“ (اے بیٹی نہ رو، تو اپنے باپ کے مغلوب اور ذلیل ہونے کا خوف مت کر)

ہجرت

واقعۂ شعبِ ابی طالب کے بعد اُمّ المومنین حضرت خدیجہؓ اس دارِفانی سے رحلت فرما گئیں۔ اِدھر ہجرت کا حکم نازل ہوا اور تمام صحابہؓ، حضرت زینبؓ کی بہنیں: رقیہؓ، فاطمہؓ، اُمّ کلثومؓ یہاں تک کہ والدِ گرامی حضور ﷺ سبھی لوگ مدینہ ہجرت کر گئے اور اس طرح آپؓ اپنے سسرال (مکہ) میں تنہا رہ گئیں۔

پھر رمضان المبارک میں حق و باطل کے درمیان پہلا معرکہ ہوا۔ فتح وظفر نے مسلمانوں کی قدم بوسی کی، بہت سے مشرک مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ ان میں حضرت ابوالعاص بھی تھے، جنہیں حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے گرفتار کیا تھا۔ اس گرفتاری کی خبر اہلِ مکہ کو پہنچی تو اہلِ مکہ نے اپنے اپنے قیدیوں کی رہائی کے لیے فدیہ بھیجا۔ حضرت زینبؓ نے بھی اپنے دیور عمرو بن ربیع کو ایک قیمتی ہار دے کر روانہ کیا۔ جب حضرت زینبؓ کا وہ ہار دربارِ نبوت میں پیش کیا گیا، تو آپ ﷺ غمزدہ ہو گئے اور آنکھوں کا کٹورہ چھلک اٹھا:

نظر آیا جونہی یہ ہار دل حضرت کا بھر آیا
سمٹ کر ابر گوہر بار پلکوں پر اُتر آیا

اس لیے کہ یہ ہار حضرت خدیجہؓ کا تھا، انھوں نے اپنی لختِ جگر کو بطور یادگار عطا کیا تھا۔ آپ ﷺ کے سامنے حضرت خدیجہ کی یادیں تازہ ہو گئیں اور آپ نے صحابۂ کرامؓ سے فرمایا: اگر تم مناسب سمجھو تو یہ ہار زینب کو واپس بھیج دیا جائے، یہ تو اس کی ماں کی نشانی ہے۔ صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا: ہمیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن چونکہ سبھی قیدیوں کو فدیہ پر چھوڑا جا رہا تھا اور یہ شانِ نبوت کے خلاف تھا کہ ابوالعاص کو صرف آنحضرت ﷺ

کے داماد ہونے کی حیثیت سے بغیر کسی فدیہ کے چھوڑ دیا جاتا؛ اس لیے حضرت ابوالعاصؓ کا فدیہ یہ قرار دیا گیا کہ وہ مکہ پہنچ کر حضرت زینبؓ کو مدینہ منورہ بھیج دیں۔

ہجرتِ مدینہ

چنانچہ آپ ﷺ حضرت زینبؓ کو لانے کے لیے ابوالعاصؓ کے ہمراہ حضرت زید بن حارثہؓ کو بھی روانہ کیا اور ہدایت دی کہ بطنِ یاجج (مکہ سے تقریباً تیرہ کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک جگہ کا نام ہے) میں ٹھہر کر انتظار کرنا، جب زینبؓ وہاں آ جائیں تو ان کو اپنے ہمراہ لے کر مدینہ منورہ چلے آنا۔ ابوالعاص نے مکہ پہنچ کر حضرت زینبؓ کو اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ساتھ مدینہ منورہ جانے کی اجازت دے دی اور خود تجارتی سفر کے لیے شام روانہ ہو گئے۔

حضرت زینب سامانِ سفر کی تیاری میں مشغول تھیں، تو ہند بن عتبہ آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی: اے بنتِ محمد! کیا تم اپنے والد کے پاس جا رہی ہو؟ حضرت زینبؓ نے فرمایا: فی الحال تو ایسا ارادہ نہیں، آگے جو خدا کو منظور ہو۔ ہند نے کہا: اے بہن! اس پوشیدگی کی کیا ضرورت ہے، اگر تم واقعی جا رہی ہو اور کچھ زادِ راہ وغیرہ کی ضرورت ہو تو بے تکلف کہہ دو، میں خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ حضرت زینبؓ فرماتی ہیں کہ: ابھی طبقۂ نسواں میں عداوت کا وہ زہریلا اثر پیدا نہیں ہوا تھا، جو مردوں میں سرایت کر چکا تھا؛ اس لیے ہندہ جو کچھ کہہ رہی تھیں وہ سچے دل سے کہہ رہی تھیں، اگر میں کسی چیز کی حاجت کا اظہار کرتی تو وہ ضرور پورا کرتی؛ لیکن نزاکتِ وقت نے اس بات کی اجازت نہیں دی۔

اِدھر کنانہ حضرت زینبؓ کو لے کر نکلے اور اُدھر مشرکینِ مکہ کو خبر ہو گئی کہ محمد کی بیٹی مدینہ جا رہی ہے، تو قریش میں کھلبلی مچ گئی۔ چنانچہ دشمنانِ اسلام تلوارِ عناد لے کر ان کے تعاقب میں نکل پڑے اور مقام ذی طویٰ میں انہیں جا گھیرا۔ ہبار بن اسودان کا لیڈر تھا،

اس نے اونٹ کو نیزہ مارا، اونٹ تڑپ کر اُچھلا تو سیدہ زینبؓ ایک چٹان پر گر پڑیں۔ آپؓ حاملہ تھیں، گرنے کی وجہ سے حمل ساقط ہوگیا اور سخت چوٹ آئی۔ یہی وہ واقعہ ہے کہ جس کے بعد فرشتۂ اجل حضرت زینبؓ کی روحِ اطہر کے تعاقب میں چل پڑا۔ کنانہ نے جب یہ زیادتی دیکھی تو ترکش سنبھال کر نشانہ باندھ لیا اور کفار کو للکارا: خبردار! اگر کسی نے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو اسے تیروں سے چھلنی کردوں گا۔ کفار سہم گئے۔

معاملہ آگے بڑھنے سے پہلے پہلے ابوسفیان بھی وہاں پہنچ گیا اور معاملے کی سنگینی بھانپ کر آگے بڑھا اور کہا: اے بھتیجے! اپنے تیر روک لو۔ کنانہ نے سردار کا اشارہ دیکھا تو رُک گیا۔ ابوسفیان نے کنانہ سے کہا کہ: دیکھو ہمیں محمد کی بیٹی سے کچھ لینا دینا نہیں اور نہ ہم زینب کو اس کے والد سے الگ کرنا چاہتے ہیں، مگر ذرا دیکھو تو سہی! تمہاری یہ حرکت ہمارے لیے ناقابلِ برداشت ہے کہ تم دن دہاڑے زینب کو لے کر جارہے ہو۔ ابھی چند ہفتے قبل اس کے باپ نے ہمارا جو حشر کیا ہے تم اس سے بخوبی واقف ہو۔ اس حالت میں تم اسے مکہ سے لے کر جاتے ہو، تو لوگ یہی کہیں گے کہ قریش اتنے بزدل اور مرعوب ہوچکے ہیں کہ ان کے سامنے کھلم کھلا عورتیں روانہ کی جاتی ہیں اور وہ دم نہیں مار سکتے۔ بہتر یہ ہے کہ تم اس وقت زینب کے ہمراہ مکہ واپس چلو، اور پھر کسی وقت خفیہ طور پر لے جانا۔ کنانہ نے اس بات کو منظور کرلیا اور وہ واپس آگئے۔ جب کنانہ نے حضرت زینبؓ کے زخموں دیکھا تو بڑے مغموم لہجے میں کہا:

عجبت لهبار و اوباش قومه
يريدون اخفاری ببنت محمد
ولست ابالی ماحييت عديدهم
وما استجمعت قبضا يدی بالمهند

کچھ مدت کے بعد جب مکہ میں اس واقعے کے حوالے سے امن ہوگیا تب کنانہ نے ایک مرتبہ پھر مناسب موقع دیکھ کر رات کے وقت خفیہ طور پر حضرت زینبؓ کو اپنے

ساتھ لیا اور روانہ ہوگئے اور بطنِ یاجح میں حضرت زید بن حارثہؓ کے سپرد کر کے واپس چلے آئے اور وہاں سے حضرت زید انہیں لے کر مدینہ منورہ پہنچ گئے۔اس طرح سیدہ زینبؓ بڑے پرخطر اور المناک سفر کے بعد ہجرت کر کے اپنے والدِگرامی کے پاس پہنچ گئیں:

دلائی مسلمہ کو مخلص یوں شانِ داور نے
یہ وعدہ جا کے پورا کر دیا مردِ دلاور نے

سیدہ زینبؓ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں جو سلوک ہوا اس سے اللہ کے رسول ﷺ کو نہایت رنج ہوا۔آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ اگر ہبار بن اسود کہیں مل جائے تو اسے قتل کر دینا،مگر اللہ کے رسول ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کو تو دیکھیے ،ہبار اپنے کیے پر ندامت کا اظہار کرتا ہے اور آپ ﷺ نہ صرف اس کو کلمہ پڑھاتے ہیں؛ بلکہ یہ بھیانک ترین جرم بھی معاف فرما دیتے ہیں۔

حضرت ابوالعاصؓ کی محبت

وقت تیزی سے گزرتا چلا گیا،ابوالعاص نے حضرت زینبؓ کو مدینہ منورہ بھجوا تو دیا؛ مگر ان کی وفائیں بھول نہ پائے۔ایک مرتبہ شام کے سفر میں حضرت زینبؓ کی یادوں نے بہت ستایا اور صبر وتحمل کا پیمانہ چھلک اٹھا تو بے ساختہ یہ دو شعر زبان پر جاری ہوگئے:

ذكــرت زينــب لمـا وركـت ارمـا
فـقلت سقياً لشخص يكسن الحرما
بـنـت الامـيـن جـزاهـا الـلّـه صالحة
وكـل بـعـلٍ بشيٍ بالذى سَيُثنى علما

’’جب میں مواضعِ ارم سے گزرا تو زینب کو یاد کیا اور (بے ساختہ) یہ دعا دی کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جو حرم میں سکونت پذیر تھا،امین (محمدؐ) کی لڑکی کو خدائے تعالیٰ جزائے خیر دے اور ہر شوہر اسی بات کی تعریف کرتا ہے جس کو وہ خوب جانتا ہے۔‘‘

ابوالعاص کا اسلام کے دامن میں آنا

ابوالعاص بڑے شریف النفس اور دیانت دار آدمی تھے، لوگ ان کے پاس اپنی امانتیں رکھواتے، وہ نہایت دیانت کے ساتھ ان کی حفاظت کرتے اور طلب کرنے پر فوراً واپس کردیتے تھے۔ مکہ میں وہ اس قدر امین سمجھے جاتے تھے کہ لوگ اپنا مالِ تجارت انہیں دے کر فروخت کرنے کے لیے دوسرے ملکوں میں بھیجا کرتے تھے۔

جمادی اولیٰ ٦ھ میں آپ ایک تجارتی قافلہ کے ہمراہ شام کی طرف گئے ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ کو اس قافلے کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے زید بن حارثہؓ کو ایک سو ستر سوار دے کر ان کے تعاقب کے لیے روانہ فرمایا، چنانچہ مقام عیص میں دونوں قافلے ایک دوسرے کے سامنے ہوئے اور مختصر سی جھڑپ کے بعد شہسوارانِ اسلام نے مشرکین کو گرفتار کرلیا اور جو کچھ سامان ان کے پاس تھا، اس پر قبضہ کرلیا؛ لیکن نبوت سے رشتۂ دامادی کے باعث ابوالعاص سے کسی قسم کی مزاحمت نہ کی گئی۔ ابوالعاص نے جب قافلے کا یہ حشر دیکھا تو فوراً مدینۂ منورہ روانہ ہوگئے اور وہاں پہنچ کر حضرت زینبؓ سے پناہ طلب کی۔ حضرت زینبؓ نے ان کو پناہ دے دی۔ دوسرے دن صبح جب حضور اقدس ﷺ فجر کی نماز سے فارغ ہوگئے تو حضرت زینبؓ نے زور سے پکار کر کہا کہا:

"اَیُّھَا النَّاسُ ! اِنّی اَجرتُ ابَا العاص بن الربیع"

(اے لوگو! میں نے ابوالعاص کو پناہ دے دی ہے)

تو آپ ﷺ نے صحابہؓ سے دریافت فرمایا: کیا آپ حضرات نے سنا، زینب نے کیا کہا؟ حاضرین نے کہا جی ہاں، ہم نے سنا! اس منصفِ عادل پر ہر دو عالم قربان، جس نے صحابۂ کرامؓ کا جواب سن کر فرمایا:

"اَمَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَاعَلِمْتُ بِذَالِكَ حتّٰی سَمِعْتُہٗ كَمَا سَمِعْتُمْ"

(قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اس وقت سے پہلے مجھے

بھی پتہ نہیں تھا کہ ابوالعاص مدینہ میں ہیں اوران کو زینب نے پناہ دی ہے۔ مجھے اس کا علم اسی وقت ہوا ہے، جب کہ تمہارے کان میں زینب کے اعلان کی آواز پہنچی)

اس کے بعد فرمایا کہ: ''ایک ادنیٰ مسلمان بھی پناہ دینے کا حق رکھتا ہے''۔ اللہ کے رسول ﷺ سیدہ زینبؓ کے گھر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: ''مہمان کی تعظیم اور تکریم کرو؛ مگر اس احتیاط کے ساتھ کہ اختلاط سے احتراز رہے''۔

اب سیدہ زینبؓ نے اپنے والدِ گرامی سے عرض کیا کہ: ابوالعاص کا تمام مال اور سامانِ تجارت واپس کردینا چاہیے۔

قارئین کرام! آپ کے اعلیٰ اخلاق اور قانون کی حکمرانی کا مظاہرہ دیکھیے، اگر چاہتے تو حکم صادر فرمادیتے کہ سب لوگ ابوالعاص کا سامان واپس کردیں، کون انکار کرتا؛ مگر آپ ﷺ صحابۂ کرامؓ کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:

''اس شخص (ابوالعاص) کا جو ہمارے ساتھ تعلق ہے، وہ تم لوگوں کو معلوم ہے، اس کا کچھ مال تمہارے ہاتھ لگا ہے، اگر تم احسان کرو اور اسے لوٹادو تو مجھے خوشی ہوگی؛ لیکن اگر تم نہ دینا چاہو تو میں مجبور نہیں کرسکتا؛ کیونکہ اس مال کے تم ہی حق دار ہو''۔

لوگوں نے آپ ﷺ کی اس خواہش کا اس درجہ احترام کیا کہ ابوالعاص کی ایک ایک چیز واپس کردی۔ ابوالعاص نے اپنے بچوں کو پیار کیا اور حضرت زینبؓ کو بھیگی آنکھوں سے الوداع کہہ کر روانہ ہوگئے۔ مکہ پہنچ کر تمام لوگوں کے واجبات اور حقوق واپس کردیے اور پوچھا: اب کسی کا مجھ پر کوئی حق تو نہیں ہے؟ سب نے کہا: ہم نے تو آپ کو حق ادا کرنے والا معزز پایا۔ یہ سن کر حضرت ابوالعاص نے بلند آواز سے کلمہ توحید پڑھا، اور کہا: خدا کی قسم! مجھے اسلام لانے سے کوئی چیز مانع نہ تھی سوائے اس کے کہ تم لوگ کہو کہ میں تمہارا مال و دولت ہڑپ کرنا چاہتا ہوں:

مسلماں ہوگئے ابوالعاص بھی بعد ایک مدت کے
خدا کی راہ پر لائے انھیں احساں نبوت کے

تجدیدِ نکاح اور وفات

محرم ۷ھ میں حضرت ابوالعاص ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے، چونکہ میاں بیوی میں شرک کی وجہ سے تفریق ہوگئی تھی، اس لیے پہلے حقِ مہر پر تجدیدِ نکاح ہوا اور دوبارہ خوشگوار اور قابلِ رشک ازدواجی زندگی کا آغاز ہوا؛ لیکن میاں بیوی کی یہ رفاقت زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہی۔ ہجرت کے وقت پیش آنے والے سانحے کی تکلیف مسلسل رہی، یہاں تک کہ حضرت زینبؓ چل بسیں۔ بڑے بڑے اکابر مصنّفین نے ان کے حق میں یہ الفاظ استعمال کئے ہیں: ”فلم نزل وجعة حتی ماتت من ذالك الوجع فكانوا يرون انها شهيدة“ صاحبِ استیعاب کا بیان ہے: ”جب حضرت زینبؓ مکہ سے اپنے والدِ بزرگوار کی خدمت میں آنے لگیں تو راستے میں ہبار بن اسود اور ایک دوسرے شخص نے آپ پر حملہ کیا، ان دونوں میں سے کسی ایک نے نیزہ حضرت زینبؓ کو مار دیا، وہ اونٹ پر سے گر پڑیں، حمل ساقط ہوگیا اور بہت خون نکلا جو عرصہ تک اسی مرض میں مبتلا رہ کر ۸ھ میں انتقال کر گئیں۔

تجہیز و تکفین

حضرت اُمّ ایمنؓ، حضرت سودہؓ اور حضرت اُمّ سلمہؓ نے رسول کریم ﷺ کی ہدایات کے مطابق میّت کو غسل دیا۔ جب غسل سے فارغ ہوئیں تو حضور ﷺ کو اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے اپنا تہہ بند عنایت فرمایا اور ہدایت کی کہ اسے کفن کے اندر پہنا دو۔

صحیح بخاری میں مشہور صحابیہ حضرت اُمّ عطیہؓ سے روایت ہے کہ: ”میں بھی زینب بنتِ رسول اللہ ﷺ کے غسل میں شریک تھی۔ غسل کا طریقہ حضور ﷺ خود بتلاتے جاتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پہلے ہر عضو کو تین بار یا پانچ بار غسل دو اور اس کے بعد کافور لگاؤ۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت اُمّ عطیہ سے فرمایا: ”اے اُمّ عطیہ!

میری بیٹی کو اچھی طرح کفن میں لپیٹنا، اس کے بالوں کی تین چوٹیاں بنانا اور اسے بہترین خوشبوؤں سے معطر کرنا۔ نمازِ جنازہ بھی رسولِ مقبول ﷺ نے خود پڑھائی اور حضرت ابوالعاصؓ نے قبر میں اتارا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ خود بھی قبر میں اترے۔ جس دن حضرت زینبؓ نے وفات پائی، حضور ﷺ بے حد مغموم تھے، آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور آپ ﷺ فرماتے تھے: ''زینب میری سب سے اچھی لڑکی تھی، جو میری محبت میں ستائی گئی۔''

دعائے برائے قبر

آنحضرت ﷺ نے حضرت زینبؓ اور آپ کے ضعف کو یاد کیا تو خدا تعالیٰ سے دعا مانگی: اے خدا! تو زینب کی مشکلات کو آسان کر دے اور اس کی قبر کی تنگی کو کشادگی سے بدل دے۔

لباس

حضرت انس ابن مالکؓ عرض کرتے ہیں کہ: ایک مرتبہ میں نے حضرت زینب بنت رسول ﷺ پر ایک قمیص دھاری دار حریر (ریشم) سے بنی ہوئی دیکھی۔ وہ اس کو زیب تن کیے ہوئے تھیں اور بعض روایات کے اعتبار سے قمیص کی بجائے ریشمی چادر کا استعمال کرنا آیا ہے۔

وفاتِ زینبؓ کے اثرات

حضرت زینبؓ کی وفات پر آپ کی باقی بہنیں اُمّ کلثومؓ و فاطمۃ الزہراءؓ بھی اس حادثۂ فاجعہ کی وجہ سے نہایت پریشان اور غمزدہ ہوئیں۔ باقی مسلمان عورتیں بھی حضرت زینبؓ کی وفات پر جمع ہوئیں، اور بے اختیار رونے لگیں، چیخ و پکار تک نوبت پہنچی تو حضرت عمرؓ عورتوں کو سختی سے منع کرنے لگے۔ رسولِ خدا ﷺ نے حضرت عمرؓ کو روکا اور اس

موقع پر سختی کرنے سے منع فرمادیا اور عورتوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ: شیطانی آواز نکالنے سے تم پرہیز کرو۔ پھر ارشاد فرمایا: جو آنسو آنکھ سے بہتے ہیں اور دل غمگین ہوتا ہے تو یہ خدا کی طرف سے ہے اور اس کی رحمت میں سے ہے اور جو کچھ ہاتھ سے یا زبان سے ظاہر ہوتا ہے، وہ شیطان کی طرف سے ہے۔ ہاتھ اور زبان سے صادر ہونے سے مراد پیٹنا اور رواویلا کرنا ہے۔

سیدہ زینبؓ کی اولاد کا ذکرِ خیر

سیدہ حضرت زینبؓ کی جو اولاد حضرت ابوالعاص بن الربیعؓ سے ہوئی، ان میں ایک صاحبزادہ تھا جس کا نام 'علی' تھا اور ایک صاحبزادی تھی جس کا نام 'امامہ' تھا۔ دونوں کے مختصر حالات پیشِ خدمت ہیں:

علی بن ابی العاص

آپ کا نام علی بن ابی العاص بن الربیع بن عبدالعزیٰ بن عبدشمس ہے۔ والدۂ محترمہ سیدہ زینب نے آپ کو قبیلۂ بنی غاضرہ میں استرضاع یعنی دودھ پینے کے لیے بھیجا تھا۔ شیرخوارگی سے فارغ ہونے کے بعد سرکارِ دوعالم ﷺ نے آپ کو اپنے ساتھ ملالیا تھا۔ ابوالعاص ابھی تک مکہ میں مقیم تھے۔ علی بن ابی العاص نبی کریم ﷺ کی نگرانی میں ہی پرورش پاتے رہے اور سرکارِ دوعالم ﷺ کا سایۂ عاطفت ان پر تادیر قائم رہا۔ بعض علما فرماتے ہیں کہ: وہ سنِ بلوغ تک پہنچ کر فوت ہوگئے۔ یہ بھی منقول ہے کہ جب فتحِ مکہ ہوئی تو سردارِ عالم ﷺ نے ان کو اپنی سواری کے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ بعض علما فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہی انتقال ہوگیا تھا۔

محدثین فرماتے ہیں: اسامہ بن زید سے منقول ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ کی صاحبزادی کا ایک بچہ (علیؓ) قریب المرگ ہوگیا، انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت

میں ایک آدمی بھیجا کہ آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائیں، آپ ﷺ نے جواب میں سلام فرمایا اور کہلا بھیجا کہ: صبر کرو، جو اللہ تعالیٰ لے لیتے ہیں وہ بھی اللہ کے لیے ہے اور جو دیتے ہیں اسی کے لیے ہے۔ ہر شخص کے انتقال کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں وقت مقرر ہے۔ ہر حالت میں تمھیں صبر کرنا چاہیے۔ محترمہ زینبؓ پریشانی کے عالم میں تھیں، پھر انہوں نے قسم دے کر آپ ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی بھیجا کہ: آپ ﷺ ضرور تشریف لائیں، تو آنحضرت ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ کے ساتھ سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، اُبی بن کعب اور زید بن ثابت وغیرہ صحابہؓ کی جماعت بھی چل پڑی اور جب حضرت زینبؓ کے پاس پہنچے تو وہ بچہ قریب المرگ تھا۔ آنحضرت ﷺ کی گود میں اسے اس حالت میں پیش کیا گیا کہ ونفسه تتقعقع یعنی بچہ کے آخری سانس تھے اور وہ فوت ہورہا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر نبی کریم ﷺ کے آنسو مبارک جاری ہوگئے۔ سعد بن عبادہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ کیا ہے، آپ آنسو بہا رہے ہیں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دی ہے۔

اُمامہ بنت ابی العاص

آپ کا نام اُمامہ بنت ابی العاص بن ربیع ہے۔ رسالت مآب ﷺ کے مبارک دور میں آپ کی ولادت ہوئی اور نبی اقدس ﷺ کے خانۂ مبارک میں پرورش پاتی رہیں اور آپ ﷺ امامہ کے ساتھ حد درجہ پیار و محبت فرمایا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ نماز میں بھی وہ آپ کے دوشِ مبارک پر ہوتی اور آپ نماز ادا فرما رہے ہوتے۔ جب آپ رکوع فرماتے تو اس کو زمین پر بٹھا دیتے اور جب آپ کھڑے ہوتے تو پھر اٹھا لیتے۔

سیدہ فاطمہؓ نے اپنے انتقال سے قبل حضرت علیؓ کو وصیت فرمائی تھی کہ: اگر میرے بعد شادی کریں تو میری بہن زینب کی لڑکی امامہ کے ساتھ نکاح کرنا، وہ میری اولاد کے حق میں میرے قائم مقام ہوگی۔

محدثین نے ایک عجیب واقعہ ذکر کیا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: آپ ﷺ کی خدمت میں ایک قیمتی ہار بطور ہدیہ آیا، آنحضرت ﷺ کی ازواجِ مطہرات اتفاقاً وہاں جمع تھیں اور امامہ چھوٹی لڑکی تھیں اور بچوں کی طرح گھر میں ایک طرف کھیل رہی تھیں، پھر آپ نے اس ہار کو پکڑا اور فرمایا: لأذفعنها إلى احب اهلى الىّ یعنی میں اپنے اہلِ بیت میں سے جو مجھے زیادہ پسند ہے، اس کی گردن میں ڈالوں گا۔ تمام ازواجِ مطہرات اس بات کی منتظر تھیں کہ قلاوہ کس کے حصے میں آتا ہے؟ آپ ﷺ نے اپنی دختر زادی امامہ بنت زینب کو بلایا اور اس کے گلے میں ہار پہنا دیا۔ یہ ساری چیزیں آپ ﷺ سے غایت درجہ التفات کی دلیل ہے۔

یہ سب کرم و محبت حضرت زینبؓ کی صاحبزادی کی وجہ سے ہو رہی تھی، اس سے حضرت زینبؓ کا مقام جو رسالت مآب ﷺ کے نزدیک تھا وہ اظہر من الشمس ہے۔

۞۞

حوالہ جات:

(۱) بناتِ اربعہ
(۲) سیرت المصطفیٰ ﷺ جلد سوم
(۳) سیر الصحابیات
(۴) طبقات ابن سعد
(۵) صحابیات
(۶) رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں

سوانحی خاکہ

نام نامی : رقیہؓ

والد کا نام : محمد رسول ﷺ

والدہ کا نام : خدیجہ بنت خویلد

قبیلہ : قریش

خاندان : بنو ہاشم

پیدائش : بعثتِ نبوت سے سات سال قبل۔

نکاحِ اوّل : عتبہ بن ابولہب کے ساتھ ہوا لیکن رخصتی کا موقع نہ آیا۔

نکاحِ ثانی : حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔

ہجرت : دین کی خاطر تین ہجرتیں کیں۔ دو حبشہ کی جانب اور ایک مدینہ کی جانب۔

اولاد : آپ کا ایک بیٹا تھا جس کا نام عبداللہ تھا جس نے ۴ھ میں وفات پائی۔

وفات : ۲ ہجری

مدتِ عمر : ۲۱ سال

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول ﷺ

انس محمد علی نزولوی

قلب کی کیفیات واحوال مرورِ زمانہ کے ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔کبھی یہ دل تسلسل سے کہی گئی بات کو بھی تسلیم کرنے سے انکار کردیتا ہے اور کبھی اس قدر نرم ہوجاتا ہے کہ مختصر سی خاموش نصیحت کو بھی اپنی لوح پر نقش کرلیتا ہے۔دل کی یہی کیفیت ہے جس کی وجہ سے اخلاص وللّٰہیت، عاجزی وانکساری، زہدوعبادت،تقویٰ وبزرگی،موت اور فکرِآخرت وغیرہ پر مشتمل اسلاف کے واقعات ہم اخلاف کی زندگی کا رُخ بدلنے میں مؤثر کردار ادا کرتے ہیں۔یہی وجہ تھی کہ نبی کریم ﷺ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے انبیائے کرام علیہم السلام اور امم سابقہ کے نیک لوگوں کے احوال وواقعات اوران کے زہدوعبادت کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔بزرگانِ دین اور علمائے اُمت نے بھی آپ ﷺ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اسلام کے درخشندہ ستارے صحابۂ کرامؓ،آلِ رسول ﷺ اور دیگر اسلاف کے سوانحی خاکوں کو مرتب کرکے اُمت کے سامنے رکھا؛ تاکہ یہ اُمت کے لیے مشعلِ راہ ہوں۔

راقم آثم بھی اتباعِ نبوی کی نیت سے علمائے اُمت کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے حضرت محمد ﷺ کی پیاری صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزہ سیرت قارئین کے سامنے رکھنا چاہتا ہے،جن کی حیاتِ طیبہ میں نہ جانے کتنے موعظت وحکمت اور فکرِآخرت کے درس پوشیدہ ہیں۔بارگاہِ ایزدی میں دُعاگو ہوں کہ وہ پاک ذات ہمیں حضراتِ صحابۂ کرامؓ کی زندگی کو اپنے لیے اسوہ اور نمونہ بنانے کی توفیق بخشے۔(آمین)

نام ونسب

رقیہ نام ہے۔آپ سرورِکائنات ﷺ کی منجھلی صاحبزادی ہیں۔والدگرامی کی طرف

سے آپ کا نسب یہ ہے: رقیہ بنت محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدِ مناف بن قصی ۔ آپ کی والدۂ ماجدہ حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی ہیں ۔ آپ نبی کریم ﷺ کی سب سے پہلی صاحبزادی حضرت زینبؓ کی حقیقی بہن ہیں ۔ غرض کہ سیّدہ رقیہؓ والدِ ماجد اور والدۂ ماجدہ دونوں کی طرف سے قریشیہ اور اعلیٰ درجہ کی نجیب الطرفین تھیں ۔ (طبقات ابن سعد: ۸-۲۴، صحابیات: ص ۱۰۵)

ولادت

سیّدہ رقیہؓ کی ولادت باسعادت بعثتِ نبوت سے سات سال قبل ہوئی ۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک تینتیس برس تھی ۔ آپؓ حضرت زینبؓ سے تین برس چھوٹی ہیں ۔ (ازواجِ مطہرات وصحابیات انسائیکلوپیڈیا: ص ۲۵۷)

ابن زبیر اور ان کے چچا مصعب کا گمان ہے کہ حضرت رقیہؓ سب صاحبزادیوں میں چھوٹی ہیں ۔ نیز جرجانی نسّابب نے اسی کی تصحیح کی ہے، لیکن ان کے علاوہ اور لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت زینبؓ سب سے بڑی اور حضرت رقیہؓ منجھلی صاحبزادی تھیں ۔ (صحابیات: ص ۱۰۵)

تربیت اور نشو ونما

حضرت مولانا محمد نافع لکھتے ہیں: جناب رقیہؓ نے اپنی بہنوں کے ساتھ اپنی والدۂ محترمہ اپنے والدِ گرامی کی نگرانی میں تربیت پائی اور سنِ شعور کو پہنچی ۔ والدین کی تربیت اکسیرِ اعظم تھی جوان کے آئندہ کمالاتِ زندگی کا باعث بنی ۔ (بناتِ اربعہ: ص ۱۷۱)

اسلام اور بیعت

خواتین میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی عورت حضرت خدیجہؓ ہیں ۔ ان

کے ساتھ اسلام لانے میں ان کی صاحبزادیاں پیش پیش تھیں۔ حضرت رقیہؓ بھی اسی وقت اسلام لائیں اور خوش نصیب خواتین کے ساتھ بیعت سے سرفراز ہوئیں۔ ابن سعدؒ رقم طراز ہیں:

”واسلمت حین اسلمت امها خدیجة بنت خویلد وبایعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم هی واخوانها حین بایعه النساء۔“

(طبقات ابن سعد: ۲۴/۸، بناتِ اربعہ: ص۱۷۲)

زرقانیؒ لکھتے ہیں: پہلے پہل ایمان لانے والوں کی فہرست میں بیٹیوں کا نام نہیں لیا جاتا؛ حالانکہ وہ بعثت سے پہلے ہی اپنے فخرِ انسانیت والدِ مکرم کے اسوۂ مبارک سے بے حد متاثر تھیں۔ سیّدہ عائشہؓ کے حوالے سے طبرانی کی ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو خلعتِ نبوت سے سرفراز کیا تو سیّدہ خدیجہؓ اور ان کی بیٹیاں فوراً مسلمان ہوگئیں۔ (سیّدہ خدیجہ اور ان کی بیٹیاں: ص۲۷)

نکاحِ اوّل قبل از اسلام

سیّدہ رقیہؓ نے حضور ﷺ کی آغوشِ شفقت میں پرورش پائی۔ جب نبی کریم ﷺ نے اعلانِ نبوت فرمایا تو اس وقت آپؓ کی عمر سات سال تھی۔ آپ ﷺ نے ان کا نکاح بعثت و نبوت سے قبل ہی اپنے چچا ابولہب کے بیٹے عتبہ سے طے فرمارکھا تھا۔ اس منگنی کا سبب یہ ہوا کہ ابوالعاصؓ بنو عبدالعزیٰ بن عبدِ شمس بن عبدِ مناف میں سے تھے۔ سیّدہ زینبؓ کی شادی جب ان سے ہوگئی تو بنو ہاشم کو خیال آیا کہ حضور ﷺ کی دوسری بیٹیوں کا نکاح بھی کہیں دوسرے قبیلوں میں نہ ہوجائے۔ اس لیے حضرت زینبؓ کے نکاح کے کچھ عرصہ بعد ہی بنو عبدالمطلب کے کچھ لوگ ابوطالب کو ساتھ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جناب ابوطالب نے بات شروع کی: اے بھتیجے! آپ نے زینبؓ کا نکاح ابوالعاصؓ سے کردیا ہے۔ بے شک وہ اچھا داماد ہے اور شریف انسان ہے؛ مگر آپ

کے عم زاد کہتے ہیں کہ جس طرح آپ پر حضرت خدیجہؓ کی بہن ہالہ کے بیٹے کا حق ہے اسی طرح آپ پر ہمارا بھی حق ہے۔ نیز حسب نسب اور شرافت میں بھی ہم ان سے کم نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے چچا جان! قرابت داری اور رشتہ داری سے تو انکار نہیں؛ لیکن آپ مجھے سوچنے کا موقع دیں۔ آخر حضرت خدیجہؓ کے مشورہ سے اور بیٹیوں کی رضامندی سے یہ نکاح ہوگیا۔اسی طرح آنحضرت ﷺ نے اپنی تیسری بیٹی اُمّ کلثومؓ کی منگنی بھی ابولہب کے دوسرے بیٹے عُتیبہ سے کروادی۔ پھر جب آپ ﷺ نے علی الاعلان دعوتِ اسلام کا آغاز فرمایا تو ابولہب اوراس کی بیوی اروٰی (اُمّ جمیل) اسلام کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے لگے۔اور پیغامِ حق کے مقابلے میں کفروشرک کے حامی وناصر ہو گئے؟ یہاں تک کہ جب ان کی چیرہ دستیاں حد سے تجاوز کر گئیں تو اللہ تعالیٰ نے وحی نازول فرما کر ابولہب اوراس کی بیوی کی مذمت فرمائی، جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ کی رُسوائی اورابدی ذلّت ولعنت کے مستحق ٹھہرے۔فرمانِ باری تعالیٰ ان کے حق میں کچھ اس طرح نازل ہوا:

تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ① مَا اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا کَسَبَ ② سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ③ وَامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ④ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ⑤

ترجمہ: ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں اور وہ مرے، نہ اس کے کام آیا اس کا مال اور نہ اس کی کمائی، عنقریب وہ شعلہ والی آگ میں داخل ہوگا، وہ بھی اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیاں اُٹھانے والی ہے۔اس کی گردن میں مضبوط بٹی ہوئی رسّی ہوگی۔

(اضواء البیان فی ترجمۃ القرآن: ص۸۴۷)

اس پر ابولہب جذبہ انتقام سے بھڑک اُٹھا اور اپنے دونوں بیٹوں کو جمع کر کے کہا: اگر محمد کی بیٹیوں سے تم نے علیحدگی اختیار نہیں کی تو تمہارے ساتھ میرا اٹھنا بیٹھنا حرام ہے۔دونوں بیٹوں نے باپ کے حکم کی تعمیل میں آپ ﷺ کی دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دے دی۔

ایک دوسری روایت میں ہے: ابولہب نے اپنے بیٹوں سے کہا: دیکھو! محمد نے

ہمیں گالی دی ہے، ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔ ندامت سے ہمارے سر جھک گئے ہیں، تم محمد کی بیٹی کو فوراً طلاق دے دو، چنانچہ ان دونوں نے اسی وقت طلاق دے دی۔ (سیّدہ خدیجہ اوران کی بیٹیاں: ص ۳۹)

ان دونوں صاحبزادیوں کا کوئی قصور نہ تھا۔ محض رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں ہونے کے باعث ان کو طلاق دی گئی تھی۔ طلاق سے عورت کے فطری احساسات مجروح ہوتے ہیں؛ لیکن یہ سب کچھ ان معصومات وطاہرات نے دینِ اسلام کی خاطر برداشت کیا۔ گویا تقدیرِ الٰہی کا یہی فیصلہ تھا کہ یہ پاک صاحبزادیاں شرک وکفر میں لتھڑے ناپاک جلاّدوں: عتبہ اور عتیبہ کے ہاں نہ جا سکیں۔ (طبقات ابن سعد: ۲۴/۸، تذکارِ صحابیات: ص ۱۱۹)

عتبہ کا قبولِ اسلام

حافظ ابن حجرؒ 'اصابہ' میں لکھتے ہیں کہ: جب آنحضرت ﷺ فتحِ مکہ کے موقع پر مکہ معظّمہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ: تمہارے بھائی کے بیٹے عتبہ اور معتب کہاں ہیں؟ جواب دیا: وہ دونوں مکہ چھوڑ کر چلے گئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کو لے آؤ۔ حضرت عباسؓ ان کو عرفات سے لے آئے۔ وہ دونوں عجلت سے آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: میں نے اپنے چچا کے ان دونوں بیٹوں کو رب سے مانگ لیا ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ: عتبہؓ مکہ ہی میں رہے اور وہیں وفات پائی۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ. (رسول اللہ ﷺ کی صاحبزدیاں: ص ۴۱)

حضرت عثمان کا قبولِ اسلام اور دوسرا نکاح

جب حضرت رقیہؓ کا نکاح عتبہ سے ہوا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جو ابھی تک اسلام نہ لائے تھے بڑا رنج ہوا۔ چونکہ دل میں یہ حسرت تھی کہ محمد کی بیٹی رقیہ کا نکاح میرے ساتھ ہو جاتا۔ وہ اپنے قبولِ اسلام اور حضرت رقیہؓ سے شادی کا واقعہ خود بیان کرتے ہیں کہ:

میں خانۂ کعبہ کے صحن میں چند دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ دفعتاً کسی آدمی نے آ کر مجھے یہ اطلاع دی کہ محمد ﷺ نے اپنی بیٹی کا نکاح عتبہ سے کروا دیا ہے۔ چونکہ رقیہؓ حسن و جمال اور اپنے قابلِ رشک اوصاف کے لحاظ سے ممتاز تھیں؛ اس لیے میرا رجحانِ خاطر ان کی طرف تھا۔ جب یہ خبر پہنچی تو میں مضطرب ہو گیا اور سیدھا گھر پہنچا۔ اتفاق سے گھر میں میری خالہ سعدیٰ تشریف رکھتی تھیں، جو کہانت میں ماہر تھیں۔ مجھے دیکھتے ہی بے ساختہ بولیں:

اَبُشِـر وحیت ثلاثا وتـراً ثـم ثـلاثـاً و ثلاثاً اخری

ثم باخری کئی تتم عشراً لـقیـت خیـراً و وقیت شراً

انکحت واللّٰہ حصناً زھراً و انـت بـکرٌ و لقیت بکراً

وافیتهـا ابـنـت عـظـیـم قـدراً

ترجمہ: (اے عثمان!) تمھیں مژدہ ہو اور تم پر تین مرتبہ سلام پہنچے اور پھر تین مرتبہ اور پھر تین بار تم پر سلام پہنچے۔ پھر ایک سلام پہنچے؛ تا کہ دس مکمل ہو جاوے۔ (خدا کرے) تم بھلائی سے ملو اور برائی سے بچائے جاؤ۔ خدا کی قسم! تم نے ایک عفیفہ اور حسینہ و جمیلہ خاتون سے نکاح کیا۔ تم بھی ناکتخدا ہو اور ناکتخدا ہی تم کو مل گئی۔ ایک بڑے عظیم القدر جلیل المرتبت شخص کی بیٹی تم نے پائی۔

حضرت عثمان فرماتے ہیں: ان کی ایسی گفتگو سے مجھے سخت تعجب ہوا۔ میں نے پوچھا: خالہ یہ آپ کیا فرما رہی ہیں؟ تو انھوں نے کہا:

عثـمـان یاعثمان یاعثمان لك الـجـمال و لك الشان

هـذا نبـی مـعـه البـرهـان ارسلـه بـحـقـه الـدیّـان

وجـائـهُ التـنزیل و الفرقان فـاتبـعـه لایـغـرنـك الاوثان

ترجمہ: عثمان! اے عثمان! تم صاحبِ جمال اور صاحبِ شان ہو۔ یہ نبی صاحبِ برہان ہیں، وہ رسولِ برحق ہیں، ان پر قرآن نازل ہوا ہے۔ ان کا اتباع کرو

اور بتوں کے قریب نہ آؤ۔

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں: میں اس مرتبہ بھی کچھ نہ سمجھا پھر ان سے کہا: ذرا تفصیل و تشریح کے ساتھ فرمایئے تو کہنے لگیں:

ان محمد عبدالله رسول الله من عند الله جاء بتنزيل الله يدعوا به إلى الله مصباحه مصباح و دينه فلاحٌ ماينفع الصباح ولو وقع الذباح وسلت الصفاح و مدت الوباح۔

ترجمہ: محمد بن عبداللہ جو خدا کے رسول ہیں، قرآن لے کر آئے ہیں، خدا کی طرف بلاتے ہیں، حقیقی چراغ ان کا ہی چراغ ہے، ان کا دین ذریعۂ فلاح ہے، جب قتل وقتال شروع ہوگا اور تلواریں کھینچ لی جائیں گی اور برچھیاں تن جائیں گی، اس وقت شور وغل کوئی نفع نہ دے گا۔

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں: ان کی اس گفتگو نے میرے دل پر بہت اثر کیا اور میں مآلِ کار پر غور وفکر کرنے لگا۔ دو روز کے بعد میں ابوبکرؓ کے پاس گیا اور اپنی خالہ کی گفتگو کا ماحصل ان کے سنایا تو ابوبکرؓ کہنے لگے:

ويحك ياعثمان انك لوجل حازم ايخفى عليك الحق من الباطل هذه اوثان اللتى يعبدها قومك؟ أليست حجارة صما لاتسمع و لاتبصر و لاتضر و لاتنفع؟

ترجمہ: افسوس اے عثمان! (اب تک تم نے دعوتِ حق پر لبیک نہیں کہا) تم تو ہوشیار ہو اور سمجھ دار آدمی ہو، حق اور باطل کو پہچان سکتے ہو۔ یہ بت جن کو تمہاری قوم پوجتی ہے، کیا وہ گونگے پتھر نہیں ہیں؟ جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں اور نہ ہی کسی قسم کے نفع وضرر کے مالک ہیں۔

یہ سن کر حضرت عثمانؓ نے کہا: آپ نے یہ سچ کہا۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ فخرِ موجودات سرورِ کائنات محمد ﷺ اپنے چچا زاد بھائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ وہاں

قدم رنجہ ہوئے۔حضرت عثمانؓ نے اس سنہرے موقع پر آپ ﷺ کے سامنے ہی کلمہ شہادت پڑھا اور حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ ان ہی دِنوں ابولہب کے بیٹوں نے آپ ﷺ کی صاحبزادیوں کو طلاق دے رکھی تھی۔لہٰذا آپ ﷺ نے اپنی بیٹی رقیہؓ کی شادی حضرت عثمان غنیؓ سے کروادی۔تاہم بہت سے کفارِ مکہ دشمنی و عداوت کے سبب اس نکاح میں شریک نہیں ہوئے۔ (صحابیات:ص۱۰۶)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ میں اپنی بیٹی رقیہ کا نکاح عثمان بن عفان سے کردوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کا نکاح ان سے کردیا اور ساتھ ہی رخصتی بھی کردی۔

(بناتِ اربعہ بحوالہ کنزالعمال:ص۱۷۶)

سیّدہ رقیہؓ کا نکاح ہوا تو یہ جوڑا بہت مشہور ہوا۔اس نکاح پر حضرت سعدیٰ بنت کریز نے یہ اشعار کہے:

هدى اللّٰه عثمان الصّفى بقوله
مارشده واللّٰه بهدى إلى الحق
وانكحه المبعوث بالحق بنته
فكان كبدرٍ مارج الشمس فى الافق

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے عثمانِ باصفا کو اپنے قول سے ہدایت اور رہنمائی بخشی، اور حضور ﷺ نے اپنی ایک بیٹی کا نکاح آپ سے کردیا۔آپ ایسے چودھویں کے چاند کی طرح ہیں جو اُفق میں سورج کو شرمارہا ہے۔(ازواجِ مطہرات وصحابیات انسائیکلوپیڈیا:ص۲۶۵)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف

نام و نسب:

عثمان نام ہے۔ آپ کے والد کا نام عفان ہے اور والدہ کا نام اروی ہے۔آپ

کا نسب والد کی جانب سے یہ ہے: عثمان بن عفان بن ابی العاص بن اُمیہ بن عبدِ شمس بن عبدِ مناف۔ والدہ کی جانب سے سلسلۂ نسب کچھ یوں ہے: عثمان بن اروٰی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف۔

حالات قبل الاسلام:

قبل الاسلام عرب جن حالات سے دوچار تھے اس سے تاریخ کا کوئی طالب علم ناآشنا نہیں ہے۔ ضلالت و جہالت والے روح فرسا حالات میں بھی پیکرِ شرم وحیا حضرت عثمانؓ شراب وزنا اور دیگر منکرات سے طبعاً محترز تھے۔ خود آپؓ کا بیان ہے: میں نے عہدِ جاہلیت میں اور اسلام میں نہ کبھی زنا کیا، نہ شراب پی، نہ گایا اور بجایا۔

قبول اسلام پر مصائب و شدائد:

حضرت عثمانؓ نے اسلام قبول کرلیا، لیکن اہلِ خانہ ایمان واسلام سے ناآشنا تھے۔ جب آپؓ کے چچا حکم بن عاص کو ان کے قبولِ اسلام کی خبر ہوئی تو سخت ناراض ہوئے۔ اوّلاً نرمی سے سمجھایا، پھر زبانی تنبیہ کی۔ لیکن جب کوئی کوشش کارگر نہ ہوئی تو اس نے آپؓ کے قدموں میں زنجیر ڈال کر زدوکوب شروع کردیا۔ ایک دن اس نے کہا: اے بھتیجے! تونے اپنے آباواجداد کا دین ترک کردیا ہے اور نیا طریقہ اپنالیا ہے۔ اگر تو اسی حالت پر رہا تو تازیست اسی عذاب میں مبتلا رکھوں گا۔ اس کی باتوں کا حضرت عثمانؓ پر مطلق اثر نہ ہوا اور زبانِ حق بول اُٹھی: اے چچا! بخدا! اگر میرا سرتن سے جدا کردو گے تو بھی میرا یہ جسم بے جان و بے سر آستانۂ محمد ﷺ پر پڑا رہے گا۔ اگر تم میرا بدن جلا کر رکھ دو گے تب بھی بدن کی راکھ بگولوں سے لپٹ کر کوچۂ محمد ﷺ تک پہنچ جائے گی۔

آپؓ کے ایمان لانے سے والدہ بھی بڑی رنجیدہ ہوئیں اور گھر چھوڑ کر اپنے بھائی عامر بن کریز کے گھر جابیٹھیں، بالآخر مایوس ہوکر ایک سال بعد اپنے گھر واپس آگئیں۔

غزوات میں شرکت:

غزوۂ بدر کے موقع پر آپؓ اپنی زوجۂ محترمہ رقیہؓ کی تیمارداری کے لیے نبی اکرم ﷺ

کے حکم سے غزوے میں شرکت سے رُک گئے۔ محرم ۳ھ میں غزوۂ عطفان ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے چار ہزار پانچ سو سواروں کے ساتھ ذی اَمر کا رُخ کیا۔ جاتے ہوئے آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا اور غزوۂ ذات الرقاع میں بھی آپ کو نیابت کے شرف سے نوازا۔ شوال ۳ھ میں بپا ہونے والے غزوۂ احد میں بھی آپ شریکِ جنگ رہے۔ ذی القعدہ ۶ھ میں صلح حدیبیہ ہوئی جو تاریخِ اسلام کا فیصلہ کن موڑ ہے۔ مقام حدیبیہ پر جب مسلمان فروکش ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے قریش کو حقیقتِ حال سے باخبر کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس مقصد کے لیے حضرت عثمانؓ کو آپ ﷺ نے مکہ روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ کفارِ مکہ سے کہہ دینا کہ: ہم تو عمرے کے لیے آ رہے ہیں۔ ہمارا مقصود لڑائی نہیں ہے۔ حکمِ نبوی ﷺ کے مطابق حضرت عثمانؓ مکہ روانہ ہوئے۔ واپس لوٹنے میں تاخیر ہوئی اور ادھر مسلمانوں کو یہ خبر ملی کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا۔ جب یہ خبر نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے صحابہؓ سے بیعت لی۔ اخیر میں آپ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک ایک ہاتھ پر رکھ کر فرمایا۔ ”ھذہ ید عثمان، فضرب بھا علی یدہ فقال ھذہ لعثمان“ اس کے بعد عثمانؓ وہاں پہنچ گئے اور صلح نامہ تحریر ہوا۔

تیسرے خلیفۂ راشد:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مجلسِ مشاورت ہوئی۔ دو دن تک کوئی فیصلہ نہ ہوا، تیسرے دن عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے یہ تجویز پیش کی کہ جن چھ حضرات کے نام کی حضرت عمرؓ نے تعین کی تھی ان میں سے ہر ایک، ایک نام کی سفارش کرے۔ تو حضرت زبیر ابن العوامؓ نے حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ نے حضرت عثمانؓ اور حضرت سعد بن وقاصؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے نام پیش کیے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اپنا حق حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کو دے دیا اور فرمایا کہ: آپ دونوں معاملہ میرے ذمہ چھوڑ دیجیے۔ میں جس کو خلیفہ منتخب کروں اس کو دوسرے صاحب بہ خوشی قبول

کرلیں۔اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اپنا ہاتھ بیعت کے لیے حضرت عثمانؓ کی طرف بڑھایا تو فوراً ہی حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ سے بیعت کرلی۔اس کے بعد بیعتِ عامّہ ہوئی۔یکم محرم ۲۴ھ کو جب صبح کی پوپھٹی تو حضرت عثمانؓ تیسرے خلیفۂ راشد تھے۔

شہادت:

سبائیوں نے کاشانۂ خلافت کا محاصرہ کرلیا تھا۔چالیس دن تک مسلسل محاصرہ رہا۔۱۸/ذی الحجہ ۳۵ھ کو آفتاب مائل بہ زوال تھا کہ شرپسند عناصر قتل کے ناپاک ارادہ سے گھر میں گھس گئے۔غافقی نامی آدمی آگے بڑھا اور آپ کی پیشانی پر خنجر پیوست کردیا۔خون کا فوارہ اُڑا،اس کے چھینٹے کھلے ہوئے مصحف پر پڑے۔زبان پر بِسۡمِ اللّٰہِ تَوَکَّلۡتُ عَلَی اللّٰہ جاری ہوا۔اور تلاوتِ قرآن کرتے ہوئے آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ.

فضائل و مناقب:

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کے لیے جنت میں کوئی ساتھی ہوتا ہے اور میرے ساتھی جنت میں عثمان بن عفانؓ ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فتنہ کا تذکرہ فرمایا اور حضرت عثمانؓ کے حق میں فرمایا: یہ اس فتنہ میں مظلوم قتل کیا جائے گا۔

اس طرح کی بہ کثرت احادیث میں حضرت عثمانؓ کے فضائل ومناقب وارد ہوئے ہیں۔(تلخیص از:عشرہ مشرہ:ص ۲۸۵ تا ص ۳۳۲،مطبوعہ شعبۂ تقریروتحریر،جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین،ڈابھیل)

اُمّ عیاش کاذکر

نبی اکرم ﷺ کی ایک باندی تھی جسے اُمّ عیاش کہتے تھے۔یہ آپ ﷺ کی خدمت کرتی اور خانگی اُمور انجام دیتی تھیں۔اُمّ عیاش کے متعلق روایت میں آتا ہے کہ سردارِ

دو جہاں ﷺ نے رخصتی کے موقع پر اپنی صاحبزادی رقیہؓ کو عنایت فرمائی تھی۔ وہ حضرت رقیہؓ کی خدمت گزاری کے لیے حضرت عثمانؓ کے گھر رہتی تھیں۔ یہ رسالت مآب ﷺ کی جانب سے خاص عنایتِ کریمانہ تھی کہ خصوصی طور پر خادمہ حضرت رقیہؓ کو عنایت فرمائی؛ تا کہ وہ ان کے لیے خانگی کام کاج میں ہاتھ بٹا سکے۔ اسد الغابہ میں مذکور ہے:

بعثها مع ابنته إلى عثمان. (بناتِ اربعہ:ص۱۸۹)

اپنے خاوند کی خدمت گزاری

سرورِ کائنات ﷺ اپنی صاحبزادیوں کے ہاں بعض اوقات تشریف لے جاتے اور حال دریافت فرماتے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ حضرت رقیہؓ کے گھر تشریف لائے۔ اس وقت وہ اپنے خاوند حضرت عثمانؓ کے سر کو دھو رہی تھیں تو آپ ﷺ نے اس خدمت کو دیکھ کر ارشاد فرمایا: "یابنية احسنی إلى ابی عبدالله فانه اشبه اصحابی بی خلقاً."

ترجمہ: اے میری بیٹی! تو اپنے خاوند عثمانؓ کے ساتھ اچھا سلوک رکھا کر اور حسنِ معاملہ کے ساتھ زندگی گزار۔ عثمانؓ میرے اصحاب میں سے اخلاق کے اعتبار سے سب سے زیادہ میرے ساتھ مشابہ ہیں۔ (بناتِ اربعہ:ص۱۹۲)

ہجرتِ حبشہ

اسلام کی ترقی روز افزوں تھی۔ لوگ جوق در جوق مذہبِ اسلام کے دامنِ عاطفت میں پناہ لے رہے تھے۔ اسلام اور فرزندانِ اسلام کی یہ ترقی پرستارانِ لات وعزّیٰ کے لیے دردِ سر بن گئی اور وہ شیدائیانِ اسلام کو طرح طرح سے ستانے لگے۔ کفارِ مکہ کی چیرہ دستیوں سے تنگ آ کر مسلمانوں کی ایک جماعت نے حضور ﷺ کے ایما سے نبوت کے پانچویں سال ملک حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ قرآن وحدیث میں اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کے حق میں بہت سی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا فِی اللّٰہِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّھُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَکْبَرُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ .

ترجمہ: اور وہ لوگ جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہجرت کی اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا تو ہم انھیں دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے اور آخرت کا اَجر تو بہت بڑا ہے کاش کہ وہ جانتے ہوتے۔ (اضواء البیان فی ترجمۃ القرآن: ص ۳۷۸)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لولا الهجرة لكنت امرأ من الانصار" **(اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصاری ہوتا) یعنی ہجرت کی فضیلت کی وجہ سے میں مہاجر ہوں۔** (بخاری شریف)

نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إنّ الهجرة تهدم ما كان قبلها" **(ہجرت ان گناہوں کو مٹا دیتی ہے جو اس سے پہلے سرزد ہوئے تھے)۔** (مسلم شریف: ۱/۷۶)

ملک حبشہ کی جانب ہجرت کرنے والے مہاجرین میں حضرت عثمان غنیؓ اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہؓ بھی تھے۔ آپ ﷺ کو جب ان دونوں کی ہجرت کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "إنهما لأول من هاجر إلى الله تبارك و تعالىٰ بعد لوط" **(یہ دونوں میاں بیوی حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی اہلیہ کے بعد سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے ہجرت کی ہے) حبشہ کی طرف ہوئی اس پہلی ہجرت کے امیر حضرت عثمانؓ تھے۔** (سیّدہ خدیجہؓ اور ان کی بیٹیاں: ص ۴۲)

ایک روایت میں یہ ہے کہ: ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کے بعد عثمان پہلے شخص ہیں جنھوں نے خدا کی راہ میں اپنی بیوی کے ہمراہ ہجرت کی ہے۔

ہجرت کے بعد کئی روز تک حضور ﷺ کو ان کی کوئی خبر موصول نہ ہوئی تو آپ ﷺ کو فکر لاحق ہوئی، چنانچہ روزانہ شہر مکہ سے باہر تشریف لے جاتے۔ ملک حبشہ کی جانب سے آنے والے مسافروں سے اُن کے متعلق پوچھتے۔ ایک روز ایک قریشی عورت حبشہ سے مکہ مکرمہ پہنچی تو آپ ﷺ نے اس سے مہاجرینِ حبشہ کے احوال دریافت فرمائے۔ اس نے بتلایا کہ: اے محمد! آپ کے داماد اور آپ کی دختر کو میں نے دیکھا ہے۔

رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ کیسی حالت پر پایا ہے؟ تو اس نے کہا: عثمانؓ اپنی بیوی کو ایک سواری پر سوار کیے ہوئے لے جا رہے تھے اور خود سواری کو پیچھے سے چلا رہے تھے۔ اس وقت نبی اقدس ﷺ نے یہ دُعائیہ جملہ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ان دونوں کا مصاحب اور ساتھی ہو۔ (ازواجِ مطہرات وصحابیات انسائیکلوپیڈیا: ص۲۶۰، رسول اللہ ﷺ کو صاحبزادیاں: ص۲۹)

حبشہ کی جانب دوبارہ ہجرت

یہ مہاجرین حبشہ میں اقامت پذیر ہوکر سکون واطمینان کے ساتھ رب کی بندگی میں مصروف تھے کہ ان کو اطلاع پہنچی کہ مکہ والے مسلمان ہو گئے ہیں اور مکہ میں اسلام کا غلبہ ہو گیا ہے۔ یہ حضرات بہت خوش ہوئے اور اپنے وطن کی جانب لوٹے؛ لیکن مکہ معظّمہ کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے اور پہلے سے زیادہ تکلیفیں اہلِ اسلام کو دی جا رہی ہیں۔ یہ سن کر ان کو بہت زیادہ رنج ہوا۔ پھر ان میں سے بعض حضرات وہیں سے ملک حبشہ کی جانب واپس چلے گئے۔ جن میں حضرت عثمانِ غنیؓ اور ان کی اہلیہ رقیہؓ بھی تھے جیسا کہ اسد الغابہ میں لکھا ہے:

”وهاجرا كلاهما إلى ارض الحبشة الهجرتين ثم إلى مكة و هاجر إلى المدينة“

(اِن دونوں نے ملک حبشہ کی جانب دو ہجرتیں کیں، پھر مکہ آئے اور وہاں سے مدینہ کی جانب ہجرت کی۔ (رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں: ص۳۰)

اس موقع پر اس غلط خبر کے ساتھ ساتھ سیّدہ رقیہؓ کو ایک اور اندوہناک خبر نے بوجھل بنا دیا۔ خبر یہ تھی کہ سیّدہ رقیہؓ کی والدۂ ماجدہ حضرت خدیجہؓ وفات پا چکی ہیں۔ انسان کو اپنی والدہ کی موت پر رنج وغم ہونا فطری چیز ہے؛ لیکن یہ صابرہ، مجاہدہ، مہاجرہ خاتون اللہ کے فیصلے پر راضی رہیں اور واپس حبشہ کی جانب اپنے خاوند کے ساتھ لوٹ گئیں۔

(سیّدہ خدیجہؓ اور ان کی بیٹیاں: ص۴۲)

ہجرتِ مدینہ

حبشہ میں ایک عرصہ رہنے کے بعد حضرت عثمانؓ اور حضرت رقیہؓ مکہ واپس آئے۔ ابھی کچھ ہی دن قیام کیا تھا کہ مسلمانوں کو مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کر کے جانے کا حکم ہوا۔ یہ دونوں بھی رختِ سفر باندھ کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے، وہاں پہنچ کر انھوں نے حضرت حسان بن ثابتؓ کے برادرِ گرامی حضرت اوس بن ثابتؓ کے گھر پر قیام کیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ بھی مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لے آئے۔ (تذکارِ صحابیات: ص۱۱۹، طبقات ابن سعد: ۲۴/۸)

اس طرح حضرت رقیہ بنتِ رسول اللہ ﷺ کو راہِ خدا میں تین مرتبہ ہجرت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

علالت ووفات

ہجرت کے دوسرے سال جب یہ اطلاع ملی کہ قریش کا تجارتی کارواں ملک شام سے مکہ واپس آ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے اس کے تعاقب کا فیصلہ فرمایا اور ہنگامی طور پر اس وقت جو جانباز مل سکے ان کو ہمراہ لیے نکل کھڑے ہوئے۔ اُن دنوں حضرت رقیہؓ چیچک کے مرض میں مبتلا ہو کر صاحبِ فراش ہو چکی تھیں۔ اسی لیے فخرِ موجودات ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ان کو تیمارداری کے لیے مدینہ منورہ میں ہی چھوڑ دیا۔ اور آپ ﷺ خود کفار سے مقابلہ کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا: اس کے عوض اللہ تمھیں جہاد میں شریک ہونے کا اجر و ثواب عطا فرمائیں گے اور مالِ غنیمت میں سے بھی آپ کو حصہ ملے گا۔

حافظ نور الدین الہیثمیؒ نے 'مجمع الزوائد' میں لکھا ہے: وتخلف عن بدرٍ عليها بـاذن رسول الله صلى الله عليه وسلم و ضرب له رسول الله صلى الله عليه وسلم سهمان اهل بدرٍ و قال و اجرى يا رسول الله، قال: و اجرك۔ (یعنی

نبی ﷺ کے فرمان کے باعث عثمانؓ غزوۂ بدر سے پیچھے رہ گئے تھے، پھر آنحضرت ﷺ نے عثمان کے لیے بدر کے غنائم کے حصوں میں دوسہم (حصہ) مقرر فرمائے اور جب عثمانؓ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! میرے اَجروثواب کے متعلق کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: آپ کا اَجروثواب بھی اہلِ بدر کے مساوی ہے۔ (بناتِ اربعہ: ص۱۹۴)

رمضان المبارک کا بابرکات مہینہ چل رہا تھا۔ ہجرت کو ایک سال اور سات مہینے گزر چکے تھے۔ لشکرِ اسلام اور ان کے قائدِ اعظم ﷺ بدر کے مقام پر کفارِ مکہ کے ساتھ مقدس جنگ میں مصروف تھے، اسی دوران حضرت رقیہؓ نے بہت کم مدّت علیل رہنے کے بعد اِکیس سال کی عمر میں اِس دارِفانی کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ دیا اور اپنے مالکِ حقیقی سے جاملی ہے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

حضرت رقیہؓ کی وفاتِ حسرت آیات کو ابوالاثر حفیظؔ جالندھری نے یوں بیان کیا ہے:

خبر کوئی نہ آئی تھی بڑھا فکر و ملال آخر
ہوا اِک دن رقیہؓ سیدہ کا انتقال آخر
دُعا کرتی ہوئی حق سے رسول اللہؐ کی بیٹی
بدر کی واپسی سے پیشتر تربیت میں جا بیٹھی
جنابِ حضرتِ عثمانؓ افسردہ خاطر تھے
حیا مانع تھی رونے سے مگر آزردہ خاطر تھے
بچھڑ کر رہ گئے تھے جس کی خاطر فوجِ ملت سے
جدائی ہوگئی تھی آج اسی پاکیزہ سیرت کی
سہے تھے اس عفیفہ نے دُکھ دین کی خاطر
مدینے کے مسلماں جمع تھے تدفین کی خاطر

(شاہنامہ اسلام: ص۷۷)

جس وقت آپؓ کی قبر پر مٹی ڈالی جارہی تھی عین اسی وقت حضرت زید بن حارثہؓ بدر سے مسلمانوں کی فتح کی خبر لے کر مدینہ پہنچے۔ جب اس المناک سانحہ کی اطلاع سرورِ عالم ﷺ کو ملی تو آپ ﷺ نہایت مغموم ہوئے اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ جب آپ ﷺ بدر سے لشکرِ اسلام کے ساتھ مدینہ منورہ واپس لوٹے تو اپنی لختِ جگر نورِ نظر حضرت سیّدہ رقیہؓ کی قبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا:

"الحقی بسلفنا عثمان بن معظون"

عثمان بن معظون پہلے جاچکے آپ بھی اُن سے جاملو

(عثمان بن معظون جلیل القدر صحابی تھے جو مہاجرین میں سب سے پہلے مدینہ منورہ میں انتقال فرماگئے) آپ ﷺ کے اس ارشاد پر عورتوں نے رونا شروع کردیا۔ حضرت عمرؓ ان کو کوڑا لے کر تنبیہ وتہدید کرنے لگے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے عمر! انھیں رو لینے دو؛ کیونکہ جب رونے کا تعلق قلب اور آنکھ سے ہو تو وہ اللہ کی رحمت پر مبنی ہوتا ہے اور اگر ہاتھ اور زبان تک نوبت آئے تو شیطانی تحریک سمجھنا چاہیے۔ سیّدہ فاطمہؓ اُن کی قبر کے پاس آئیں اور سرہانے بیٹھ کر مسلسل روتی رہیں اور حضور ﷺ چشمِ گریاں وقلبِ بریاں کے ساتھ آنسو پونچھتے رہے۔ سیّدہؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مغموم رہنے لگے۔ ان دونوں کے مابین اس قدر محبت والفت تھی کہ ان کی نسبت یہ مقولہ بولا جانے لگا: "احسن الزوجین رأھما الانسان رقیة و زوجھا عثمان" بعد میں یہ جملہ عربوں میں بطور ضرب المثل مشہور ہوگیا۔ (صحابیات: ص۱۰۹، طبقات ابن سعد: ۲۴/۸، سیر الصحابیات: ص۱۰۰، تذکارِ صحابیات: ص۱۲۰)

اولاد

حبشہ کے زمانۂ قیام میں ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جن کا نام عبداللہ رکھا گیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کی کنیت ابوعبداللہ اسی نام سے تھی۔ جب وہ چھ برس کی عمر کو پہنچے تو ایک مرغ نے

ان کی آنکھ پر چونچ ماری جس سے تمام چہرہ متورم ہوگیا اور اسی تکلیف سے جمادی الاوّل ۴ھ میں وفات پائی۔ جب عبداللہ کا انتقال ہوگیا تو سردارِ دو جہاں ﷺ بہت غمگین ہوئے۔ اس پریشانی کی حالت میں آپ ﷺ نے عبداللہ کو اپنی گود میں لیا، آنکھیں اشکبار تھیں اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اپنے رحیم و شفیق بندوں پر رحم فرماتا ہے۔ اس کے بعد ان کی نمازِ جنازہ خود آپ ﷺ نے پڑھی۔ حضرت عثمانؓ قبر میں اُترے اور اپنے ہاتھوں سے ان کو دفن کیا۔ (طبقات ابن سعد اُردو: ۸/ ۳۹، بناتِ اربعہ: ص ۱۸۷)

یہ وہ روایت ہے جس کو اکثر مؤرخین نے ذکر کیا ہے؛ لیکن جناب امان اللہ عاصم کی حضرت رقیہؓ کے صاحبزادے عبداللہ کے متعلق ایک دوسری تحقیق ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ لفظ بہ لفظ قارئین کے حضور پیش کر دی جائے:

''سیدہ رقیہؓ نے دو مرتبہ حبشہ کی طرف اور پھر حبشہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ حبشہ میں قیام کے دوران ہی آپؓ کا ایک بیٹا عبداللہ بن عثمان پیدا ہوا۔ اسی کو عبداللہ اکبر بھی کہا جاتا ہے۔ بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ سیدہ رقیہؓ کے اس بیٹے کو چھ سال کی عمر میں ایک مرغ نے آنکھ میں چونچ ماری، جس کی وجہ سے چہرہ متورم ہوگیا اور اسی کے نتیجے میں اس کی وفات ہوگئی۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ بالکل من گھڑت اور بے بنیاد ہے۔ سیدہ رقیہؓ کا یہ بیٹا جوان ہوا، شادی ہوئی، اولاد بھی ہوئی۔ سیدہ رقیہؓ کے بیٹے سیدنا عبداللہ بن عثمانؓ کی بچپن میں وفات کا بیان سب سے پہلے امام بخاریؒ نے اپنی کتاب 'تاریخِ صغیر' میں کیا۔ دراصل یہ سوچی سمجھی سبائی سازش کے تحت قصہ گھڑا گیا تھا؛ لیکن امام بخاریؒ جیسا عظیم محدث و مؤرخ ابنِ شہاب زہری کے واسطے سے بیان کر کے غلطی کر بیٹھا۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔

تیسری صدی کے وسط تک کے کسی بھی محدث یا مؤرخ نے سیدہ رقیہؓ کے بیٹے سیدنا عبداللہ بن عثمانؓ کی بچپن میں وفات کا ذکر نہیں کیا۔ سب سے پہلا ذکر امام بخاریؒ کی کتاب میں آیا؛ لیکن یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ امام بخاریؒ نے مرغ کی چونچ کا ذکر

نہیں کیا؛ بلکہ صرف عبداللہ بن عثمانؓ کی بچپن میں وفات کا ذکر کیا ہے۔اس جان لیوا سیمرغ کی چونچ کی ضرب کا اضافہ اس کے بعد ہوا اور اس تمام سوچی سمجھی سازش میں واضح مقصد سیدنا علی وسیدہ فاطمہؓ کی اولاد کو دیگر بناتِ رسول ﷺ کی اولاد سے ممتاز قرار دینا اور رسول اللہ ﷺ کی دوسری بیٹیوں کی اولاد کو معدوم حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کر کے شخصیت پرستی کا سبائی نظریہ دے کر ان مقدس ہستیوں کا نام تاریخ سے مٹانے کے سوا کچھ نہیں۔

جھوٹ بنانے والوں کی عقل پر اللہ تعالیٰ نے ایسا پردہ ڈال دیا کہ کسی نے سیدنا عبداللہ بن عثمانؓ کی (مرغ کی چونچ کی ضرب سے) چار سال میں وفات بیان کی ہے، کسی نے چھ سال کی عمر میں اور کسی نے بارہ سال کی عمر میں اور کسی نے تو عقل مندی کا اس حد تک واضح ثبوت دیا کہ ۷۶ سال کی عمر میں سیدہ رقیہؓ کے بیٹے کو مرغ کی ٹھونگ سے مروا کر ملک عدم کو روانہ کر دیا۔(اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ)

حقیقتِ حال کا تفصیلی بیان کرنا یہاں طوالتِ بحث کے خوف کے پیشِ نظر مقصود نہیں ہے۔صرف اپنے قارئین کو اس بات سے آگاہ کرنا مقصود ہے کہ سیدہ رقیہؓ بنت رسول اللہ ﷺ کے لختِ جگر سیدنا عبداللہ بن عثمانؓ بچپن میں کسی مرغ کی چونچ سے لگے زخم کی وجہ سے فوت نہیں ہوئے؛ بلکہ وہ جوان ہوئے، شادیاں کیں اور طبعی زندگی گزار کر خالقِ حقیقی کو پیارے ہوئے۔

آج بھی لاکھوں کی تعداد میں ان کی اولاد کے افراد موجود ہیں۔تاریخِ اسلام میں معروف بزرگ شیخ جمال الدین فرغانیؒ اسی نواسۂ رسول ﷺ عبداللہ بن عثمانؓ کی اولاد میں سے ہیں، جن کی ایک بیٹی تھی، جو بی بی پاک دامن کے نام سے مشہور ہوئیں۔اس بی بی پاک دامن کا نکاح شیخ صدرالدین عارف بن شیخ بہاءالدین زکریا ملتانیؒ سے ہوا، ان سے شیخ رکن عالم ملتانیؒ پیدا ہوئے۔ان شیوخ کے مزار ملتان شہر میں آج بھی مرجعِ عوام ہیں۔

امام کاشفؒ نامی بزرگ بھی سیدہ رقیہؓ کے اسی بیٹے عبداللہ بن عثمانؓ کی اولاد سے

تھے، جو سلطان محمود غزنویؒ کے ساتھ کشمیر میں داخل ہوئے اور وہاں فتح کے بعد حاکم مقرر ہوئے۔ یہ رقوی سادات میں سے پہلے بزرگ تھے، جو کشمیر کی سرزمین میں پہنچے۔ ان کی اولاد آج تک کشمیر میں رقوی سادات ہونے کی وجہ سے انتہائی قابلِ احترام سمجھی جاتی ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ بات قابلِ غور ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کے نواسے سیدنا علی بن حسینؓ المعروف زین العابدین سیدہ رقیہؓ کے صاحبزادے سیدنا عبداللہ بن عثمانؓ کے شاگرد تھے۔ ایسا کس طرح ممکن ہے کہ ایک بچہ چھ سال کی عمر میں انتقال کر جائے اور سالوں بعد آنے والا انسان اسی بچے کا شاگرد ہو؟ یہ تمام حقائق اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ سیدہ رقیہؓ کے صاحبزادے عبداللہ بن عثمانؓ نے ایک خاص مدت تک طبعی زندگی پائی، شادیاں کیں، ان کی اولاد ہوئی؛ لہٰذا ان کی بچپن میں وفات کے بارے میں بیان کیے جانے والے تمام قصّے من گھڑت ہیں۔'' (رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں، ص ۱۵۶ تا ۱۵۸)

سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا حلیہ

حضرت رقیہؓ بہت خوبرو اور موزوں اندام تھیں۔ دُرِّ منثور میں مذکور ہے:
''کانت ذات جمال بارع'' یعنی وہ نہایت حسینہ و جمیلہ تھیں۔
زرقانی نے لکھا ہے: ''کانت بارعة الجمال'' (وہ نہایت جمیل تھیں)
باشندگانِ حبشہ کا ایک گروہ آپ پر مرتا تھا۔ اس گروہ نے آپؓ کو بہت ایذائیں پہنچائیں۔ ایک روز تنگ آ کر آپؓ نے ان کے لیے بددُعا کی اور آخر وہ سب ہلاک ہو گئے۔ (صحابیات: ص ۱۱۰)

حضرت اُسامہ بن زید بن حارثہؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے ایک مرتبہ گوشت کا پیالہ بھر کر عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ: عثمان کے گھر دے آؤ۔ میں وہ ہدیہ لے کر ان کے گھر پہنچا۔ حضرت عثمانؓ اور رقیہؓ دونوں وہاں تشریف فرما تھے، میں نے وہ ہدیہ پیش کیا۔ اسامہؓ کہتے ہیں: میں نے ایسا عمدہ جوڑا پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ میاں بیوی

دونوں حسن و جمال میں فائق تھے۔ (بناتِ اربعہ: ص۱۹۰)

خلاصۂ کلام

یہ ہے حضرت رقیہؓ کی زندگی کے مختصر احوال جن میں راہِ خدا میں مر مٹنے اور دینِ اسلام کی خاطر سرفروشانہ کارنامے انجام دینے کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ کائنات کے سب سے عظیم انسان کی بیٹی ہونے کے باوجود بالکل سادہ زندگی گزارنا اور خاوند کی خدمت میں فنا ہوجانا یہ ان کی زندگی کے درخشندہ پہلو ہیں جن سے زنِ عصرِ رواں تہی دامن ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور جملہ قارئین کو تادمِ حیات سیّد الاولین والآخرین محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ ﷺ کی ازواج و بنات اور آپ ﷺ کے جاں نثار صحابۂ کرامؓ کے اسوۂ حسنہ پر کاربند رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

۞۞

سوانحی خاکہ

اسمِ گرامی	:	اُمِّ کلثومؓ
والد کا نام	:	محمد ﷺ بن عبداللہ
والدہ کا نام	:	خدیجہؓ بنت خویلد
قبیلہ	:	قریش
خاندان	:	بنو ہاشم
پیدائش	:	بعثتِ نبوت سے چھ سال قبل مکہ مکرمہ میں
پہلا نکاح	:	عتیبہ بن ابولہب کے ساتھ مگر رخصتی کا موقع نہ آیا۔
دوسرا نکاح	:	حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ
ہجرت	:	دین کے خاطر مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی
اولاد	:	آپ کی کوئی اولاد نہ تھی
وفات	:	۹ ھ
تدفین	:	جنت البقیع میں

حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول ﷺ

علی محمد بن ضیاء الحق راجستھانی (درجۂ عربی ششم)

چمنستانِ تاریخ کی سرسبزی وشادابی میں اُن کھلتے ہوئے خوبصورت گلابوں اور عطر بیز نازک کلیوں کا بڑا کردار رہا ہے جن کا تذکرہ کرتے ہوئے مؤرخ کا قلم بارہا سجدہ ریز ہوتا ہے، جن کی حیاتِ مقدسہ پر لکھے گئے ایک ایک لفظ سے مشک وعنبر کی خوشبوئیں پھوٹتی ہیں اور جنھیں پڑھنے سے زندگی کی بدبودار اور متعفن راہوں میں بھی گلاب ونسترن اور چنبیلی کی مہک محسوس ہوتی ہے۔

آیئے! ایک ایسی ہی نازک کلی کا ذکرِ خیر کرتے ہیں، جس کی روح افزا شادابی اور عطر بیز مہک پر خود چمن نازاں ہے، جو براہِ راست باغبانِ اسلام ﷺ کے ہاتھوں تربیت پائی ہوئی ہے۔ جس کا شمار انگلیوں پر گنی جانے والی اُن مقدس ہستیوں میں ہوتا ہے جنھوں نے سب سے پہلے اسلام کے آفتابِ عالم تاب سے اکتسابِ فیض کیا۔ جسے قبولِ اسلام کے بعد نبوت کے دستِ حق پرست پر بیعت ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ جسے حضور ﷺ کے اشارۂ چشم وابرو پر ہجرت کی سعادت حاصل ہوئی۔ جسے قدرت نے ایک ناپاک مشرک گھرانے کے بجائے حضرت عثمان غنیؓ کے اس گھر کی چھت نصیب فرمائی، جہاں فرشتوں کے سر بھی شرم وحیا اور تقدس کے باعث جھک جایا کرتے تھے۔ یہی تو وہ نورِ مبین تھا جس کے آنے کے بعد حضرت عثمانؓ 'ذوالنورین' کہلائے اور جس کے وصال پر خود نبی اکرم ﷺ نے تجہیز وتکفین کا انتظام فرمایا اور یوں جسے زندگی کے روزِ اوّل سے تا دمِ آخر حضور ﷺ کی صحبت، رفاقت اور برکت نصیب ہوتی رہی۔

یہ مقدس دوشیزہ حضرت محمد ﷺ کی لختِ جگر، حضرت خدیجہؓ کی نورِ نظر، پیکرِ شرم وحیا حضرت عثمان غنیؓ کی رفیقۂ حیات تقدس مآب حضرت اُمّ کلثومؓ ہیں۔ ان اوراق میں ان ہی کی حیاتِ مقدسہ کی کچھ جھلکیاں قارئین کے حضور پیش ہیں:

نام ونسب

آپؓ سردارِ دو جہاں ﷺ کی تیسری صاحبزادی ہیں، آپ کا نامِ نامی اسمِ گرامی اُمّ کلثوم ہے اور اسی کنیت نما نام سے مشہور ہیں۔ کوئی الگ نام نہیں ہے۔ بیسیوں کتبِ تواریخ میں اصحابِ سیر نے اس کی وضاحت کی ہے؛ البتہ عبداللہؓ بن زبیر نے ان کا نام اُمیہ بتایا ہے۔ والدِگرامی کا نام محمد ﷺ اور والدۂ مکرّمہ کا نام خدیجہ رضی اللہ عنہا تھا۔

آپؓ کا پدری نسب اس طرح ہے: اُمّ کلثومؓ بنت محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدِمناف بن قُصَی۔

مادری نسب اس طرح ہے: اُمّ کلثومؓ بنت خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قُصَی۔ اس طرح آپ کا نسب جانبین سے قُصَی نامی شخص پر جا کر مل جاتا ہے۔

(ازواجِ مطہرات وصحابیات انسائیکلوپیڈیا: ص ۲۶۶، بناتِ اربعہ: ص ۲۱۹، خاتونِ جنت حضرت سیدنا فاطمہؓ: ص ۱۰۹)

ولادت اور نشو ونما

سیّدہ اُمّ کلثومؓ کی ولادت بعثتِ نبوی سے چھ سال قبل مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ اُس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک ۳۴ سال اور والدہ حضرت خدیجہؓ کی عمر مبارک ۴۹ برس تھی۔ طفولیت کے احوال بالتفصیل مع جزئیات معلوم نہ ہو سکے؛ کیونکہ وہ ایسا پُر آشوب زمانہ تھا جس میں تاریخ کا ذوق وشوق رکھنے والے تاریخ داں بہت کم تھے۔ تاہم اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ آپ کی تربیت اُن دو عظیم ہستیوں کے زیرِ سایہ ہوئی جن کی صداقت وامانت اور

شرافت ونجابت پر دشمن بھی متفق تھے۔ظاہر ہے کہ ایسے ماں باپ کی صحبت وتربیت کسی نسخۂ اکسیر سے کم نہیں،اسی خصوصی تربیت نے آپؓ کی خوبیوں اور اوصاف کو مزید چمکا دیا۔بے جھجک کہا جاسکتا ہے کہ تعلیم وتربیت کے لیے دُنیا کی سب سے اچھی آغوش آپ کے حصہ میں آئی اور آپ نے اس سے بھر پور فائدہ اٹھایا۔(ازواجِ مطہرات تذکرہ اُمّ کلثوم بنت محمد:ص ۲۶۶)

قبولِ اسلام اور بیعت

حضرت اُمّ کلثومؓ اپنی والدۂ ماجدہ حضرت خدیجہؓ کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ مدینہ منوّرہ میں جب مسلمان عورتوں نے آپ سے بیعت کی اس وقت اُمّ کلثومؓ بھی حضور ﷺ کی بیعت سے بہرہ ور ہوئیں۔(طبقات ابن سعد:۸/ ۲۵)

نکاحِ اوّل

سیّدہ اُمّ کلثومؓ کا پہلا نکاح عتیبہ بن ابولہب سے ہوا تھا اور حضور ﷺ کی دوسری صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا نکاح ابولہب کے دوسرے بیٹے عتبہ سے ہوا تھا۔اس طرح دو بہنیں (اُمّ کلثومؓ اور رقیہؓ) دو بھائیوں (عتبہ اور عتیبہ) کے نکاح میں تھیں،لیکن ابھی رخصتی کی نوبت نہیں آئی تھی۔

ان دونوں صاحبزادیوں کی منگنی کا سبب یہ ہوا کہ حضور ﷺ کی صاحبزدی حضرت زینبؓ کا ابوالعاصؓ سے نکاح ہوا تھا جو بنوعبدالعزیٰ بن عبدِشمس بن عبدِمناف میں سے تھے۔سیّدہ زینبؓ کی شادی ہوگئی تو بنوہاشم کو خیال آیا کہ آپ ﷺ کی دوسری صاحبزادیوں کا نکاح بھی کہیں دوسرے قبائل میں نہ ہوجائے۔اس لیے کچھ عرصہ بعد ہی بنوعبدالمطلب کے کچھ لوگ ابوطالب کو ساتھ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔جناب ابوطالب نے بات شروع کی:اے بھتیجے! آپ نے زینب کا نکاح ابوالعاص سے کردیا۔

بے شک وہ اچھے داماد ہیں اور شریف انسان ہیں۔ مگر آپ کے عم زاد کہتے ہیں کہ جس طرح آپ پر حضرت خدیجہؓ کی بہن ہالہ کے بیٹے کا حق ہے اسی طرح آپ پر ہمارا بھی حق ہے، اور حسب ونسب اور شرافت میں بھی ہم ان سے کم نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے چچا جان! قرابت داری اور رشتہ داری سے تو انکار نہیں؛ لیکن آپ مجھے سوچنے کا موقع دیں۔ آخر حضرت خدیجہؓ کے مشورہ سے اور بیٹیوں کی رضا مندی سے یہ نکاح طے پایا۔ (سیّدہ خدیجہ اور ان کی بیٹیاں: ص ۳۸)

طلاق

ابھی رخصتی کی نوبت پیش نہیں آئی تھی کہ حضور ﷺ نے علانیہ دعوتِ اسلام کا آغاز فرمادیا۔ کفرستان میں اس صدائے حق نے ہلچل مچادی۔ معبودانِ باطلہ کی نفی اور ایک اللہ کی گواہی نے کافروں کو آگ بگولہ کردیا۔ ان کافروں میں آپ کا حقیقی چچا ابولہب بھی پیش پیش تھا۔ صفا پہاڑی پر جب آپ ﷺ نے قریش کے مختلف قبائل کو حق کی دعوت دی تو سب سے پہلے یہی ابولہب چیخ اُٹھا کہ ”تَبّاً لَكَ يَامُحَمّد! أَلِهٰذا جَمَعْتَنا؟“ حضورِ پُرنور ﷺ خاموش رہے؛ مگر قرآن میں ربِّ ذوالجلال نے اس کا جواب دیا اور فرمایا:

تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ① مَا اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ② سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ③ وَامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ④ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ⑤

ترجمہ: ہاتھ ابولہب کے برباد ہوں اور وہ خود برباد ہو چکا، اس کی دولت اور اس نے جو کچھ کمائی کی تھی وہ اس کے کچھ کام نہیں آئی۔ وہ بھڑکتے ہوئے شعلوں والی آگ میں داخل ہوگا اور اس کی بیوی بھی لکڑیاں ڈھونڈتی ہوئی اپنی گردن میں مونجھ کی رسی لیے ہوئے۔ (آسان ترجمۂ قرآن: ۳/ ۱۹۶۸)

ابولہب اور اس کی بیوی اُمّ جمیل نے اپنے متعلق یہ مذمت سنی تو دونوں آپے سے

باہر ہو گئے اور مارے غصّہ کے ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں کو بلا کر کہا کہ: اگر تم نے محمد کی دونوں بیٹیوں کو طلاق نہ دی تو ہمارا تمہارے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا حرام ہے۔ اور اس کی بیوی اپنے دونوں بیٹوں کو بلا کر کہنے لگی کہ: محمد بن عبداللہ کی دونوں بیٹیاں رقیہ واُمّ کلثوم بے دین ہو گئی ہیں اور اپنے پرانے مذہب کو چھوڑ چکی ہیں لہٰذا تم ان کو طلاق دے دو۔

چنانچہ دونوں بیٹوں نے اپنے باپ کی اس بات کو تسلیم کر لیا اور عتیبہ نے حضرت اُمّ کلثوم کو اور عتبہ نے حضرت رقیہؓ کو طلاق دے دی۔ عتیبہ نے تو صرف طلاق پر ہی بس نہیں کیا؛ بلکہ طلاق دے کر آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں آپ کے دین (مذہبِ اسلام) کا منکر ہوں اور میں نے آپ کی بیٹی کو طلاق دے دی ہے۔ وہ مجھ کو پسند نہیں کرتی اور میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں نہایت گستاخی اور بے ادبی سے کام لیا اور جو کچھ وہ بول سکتا تھا بول گیا اور جاتے جاتے بدبخت نے حضور ﷺ کے چہرۂ انور پر تھوک دیا۔ معصوم بیٹی کی طلاق سے زخمی باپ کے ہاتھ اُٹھ گئے اور زبان سے یہ الفاظ نکلے: ”اللّٰھم سلّط علیه کلباً من کلابك“ (اے اللہ! تو اپنے کتّوں میں سے ایک کتّے کو اس پر مسلّط فرما) ابوطالب پاس بیٹھے سن رہے تھے۔ فوراً اس کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے: اے بھتیجے! اس بددُعا سے تو ہرگز خلاصی نہیں پا سکتا ہے۔

جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا ویسے ویسے بددعا کی تکمیل کے مرحلے قریب آتے گئے۔ چنانچہ ایک قافلہ مکہ مکرمہ سے ملکِ شام کی طرف جانے کے لیے تیار ہوا، جس میں ابولہب اور اس کا بیٹا عتیبہ بھی تھا۔ ابولہب کو آنحضرت ﷺ سے دشمنی اور عداوت تھی؛ مگر یہ یقین رکھتا تھا کہ ان کی بددعا ضرور قبول ہوگی۔ اسی وجہ سے قافلہ والوں سے کہہ دیا کہ: مجھے محمد کی بددُعا کی فکر لاحق ہے۔ سب قافلے والے منزلِ مقصود تک ہمارا پورا پورا دھیان رکھیں۔ چلتے چلتے ایک منزل پر پہنچے، جس کا نام زرقاء ہے۔ وہاں درندے بہ کثرت تھے۔ قافلہ والوں نے شب باشی کے لیے وہاں پڑاؤ ڈالا اور حفاظتی تدبیر کے طور پر یہ طے پایا

کہ تمام قافلے کا سامان ایک جگہ جمع کر دیا جائے، پھر اس کے اوپر عتیبہ کو سُلا دیا جائے اور باقی تمام لوگ اس کے اِردگرد چاروں طرف سو جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ لیکن فیصلۂ خداوندی کو کون ٹال سکتا ہے اور نوشتۂ تقدیر کو کون بدل سکتا ہے؟ رات کو ایک شیر آیا اور سب کے منہ سونگھے، سب کو چھوڑتا چلا گیا۔ پھر اس زور سے زقند لگائی کہ سامان کے ٹیلے پر، جہاں عتیبہ سو رہا تھا، وہیں پہنچ گیا اور اس پر حملہ کر دیا، اس نے زور سے ایک چیخ ماری اور اس چیخ کے ساتھ ہی مر گیا۔ اس طرح نبی کریم ﷺ کی لسانِ مبارک سے نکلی ہوئی بددُعا انجام پذیر ہوئی اور وہ مردود جہنم رسید ہوا۔ (رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں: ص ۳۹)

بعض اصحابِ سیرت نے یہ واقعہ عتبہ کے متعلق لکھا ہے؛ مگر صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ عتیبہ کے ساتھ ہی پیش آیا تھا، عتبہ تو مسلمان ہو گئے تھے جیسا کہ ان کے متعلق شعر ہے:

کرھنا عتیبة إذا اجرما واحببت عتبة إذا اسلما

عتیبہ نے نافرمانی کی تو مجرم ہوا اور عتبہ نے تابعداری کی تو مسلم ہوا۔

کذا معتب مسلم فاحترز وخف ان شب فتی مسلما

اسی طرح معتب مسلمان ہوا پس وہ محتاط رہا، (اے نوجوان!) تو بچ کسی نوجوان مسلمان کو گالی دینے سے (الصاوی شرح جلالین سورۂ لہب، جلد ٦)

سسر اور ساس کا انجامِ بد

ابولہب کے بارے میں قرآنِ کریم نے جو وعید سنائی تھی کہ اس کے دونوں ہاتھ کٹ جائیں اور وہ بُری موت مرے تو اس کی تکمیل اس طرح ہوئی کہ غزوۂ بدر کے سات روز بعد ابولہب کے جسم پر ایک زہریلا دانہ نمودار ہوا، اسی میں وہ ہلاک ہو گیا۔ گھر والوں نے اس اندیشہ سے کہ اس کی بیماری ہم کو نہ لگ جائے، اس کو ہاتھ تک نہ لگایا۔ اسی حالت میں تین دن گزر گئے اور اس کی لاش پڑے پڑے سڑ گئی۔ گھر والوں نے بدنامی کے

خیال سے چند حبشی مزدوروں کو بلا کر لاش اٹھوائی، مزدوروں نے ایک گڑھا کھودا اور لکڑیوں سے دھکیل کر اسے گڑھے میں ڈال دیا، اور مٹّی اور پتھروں سے اس کو پاٹ دیا۔ یہ تو دنیا میں رُسوائی ہوئی اور آخرت کی رُسوائی کا تو پوچھنا ہی کیا؟ (سیرت المصطفیٰ: ۱/ ۲۳۷)

چونکہ اُمّ جمیل کے لیے قرآن کی وعید یہ تھی کہ ایندھن والی ہے اور جہنم میں جلنے والی ہے۔ اس کا ظہورِ تام اس طرح ہوا کہ اس کو آپ ﷺ سے خاص ضد اور دشمنی تھی۔ رات کے وقت آپ کی راہ میں کانٹے بچھایا کرتی تھی۔ چنانچہ قدرتِ خداوندی نے جب سلسلۂ انتقام وقہر کا آغاز فرمایا تو سب سے پہلے اس کو فقر و فاقہ لاحق ہو گیا۔ پھر وہ ابولہب کی موت سے غم زدہ رہنے لگی۔ پھر فقر و تنگ دستی اتنی بڑھی کہ لکڑیاں لاد کر لانے کی نوبت آگئی اور جو رسّی لکڑیاں باندھنے کی گلے میں پڑی ہوئی تھی۔ ایک دن ٹھوکر کھا کر جب گری تو گانٹھ پڑ گئی جو پھندے کی طرح گلے میں پھنس گئی اور ایسا گلا گُھٹا کہ تڑپ تڑپ کر مر گئی۔ یہ ہوا انجام یہ ان دونوں صلاح ومشورہ دینے والوں کا اور اس بُرے مشورے کو عملی جامہ پہنانے والے بیٹے کا۔ (معارف القرآن: ۸/ ۵۷۱)

دوسرا صدمہ

جس طرح کفار ومشرکین کے ظلم وستم کا زور بڑھتا رہا، اسلام بھی اسی شان وشوکت کے ساتھ تیزی سے پھیلتا رہا۔ مشرکین نے آخر تنگ آکر بنو ہاشم سے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا، جس کے باعث تقریباً ڈھائی سال تک یہ لوگ شعبِ ابی طالب کی گھاٹی میں محبوس رہے۔ اس جان گداز مصائب وآلام کا سامنا کرنے والی جفاکش بیٹیوں میں حضرت اُمّ کلثومؓ بھی شامل تھیں۔ (ازواجِ مطہرات: ص ۲۶۶)

ماں کی خدمت

خدا خدا کر کے ظلم وستم کا یہ دَور ختم ہوا۔ بائیکاٹ اپنے انجام کو پہنچا اور بنو ہاشم اپنے

اپنے گھروں کولوٹے۔مقاطعہ کے ختم ہونے کے بعد آپ کی والدۂ محترمہ حضرت خدیجہؓ کومرض الموت نے گھیرلیا۔اُس وقت حضرت زینبؓ اپنے سسرال میں تھیں اور حضرت رقیہؓ ہجرت کر کے حبشہ میں مقیم تھیں۔حضرت فاطمہؓ اگرچہ گھر پر ہی تھیں؛مگر بہت چھوٹی تھیں اور کمسن ہونے کی وجہ سے خود خدمت کی محتاج تھیں۔اُس وقت صرف تنِ تنہا حضرت اُمّ کلثومؓ نے اپنی والدہ کی خدمت کی سعادت حاصل کرتے ہوئے اس فریضہ کو بہ حسن وخوبی انجام دیا۔(اُمّ کلثوم بنتِ رسول:ص۱۶۲)

والدۂ محترمہ کا سانحۂ وفات

بعثت کے بعد سے مقاطعہ تک پے در پے قربانیوں نے حضرت خدیجہؓ کی کمر توڑ دی تھی۔اور بالآخر راہِ عشق میں وفا کی یہ بے مثال داستان اختتام پذیر ہوئی اور رمضان المبارک ۱۰ نبوی میں حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہوا۔مقبرۂ حجون میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔سیّدہ اُمّ کلثومؓ اپنی والدۂ محترمہ کی جدائی پر بہت زیادہ محزون ومغموم تھیں۔طلاق،مقاطعہ اوراب والدہ کی وفات نے ان کو اندر سے ہلا کر رکھ دیا۔مگر آپ کوہِ صبر واستقامت بن کر جمی رہیں اور صبر وضبط کا بے نظیر مظاہرہ کیا۔(ازواجِ مطہرات:ص۲۶۸)

مدینہ کی جانب ہجرت

شیدائیانِ لات وعزّیٰ اہلِ اسلام پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جارہے تھے اور مسلمان یہ سب کچھ صبر واستقامت کے پہاڑ بن کر سہہ رہے تھے یہاں تک کہ خدا کی طرف سے مدینہ کی جانب ہجرت کر جانے کا حکم نازل ہوا۔حکم ہوتے ہی مسلمانوں کے قافلے مدینہ کی جانب ہجرت کرنے لگے۔یہاں تک کہ خود نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ بغیر اہل وعیال کے ہجرت فرمائی۔چونکہ یہ دونوں حضرات نہایت ہی نازک وقت

میں جان بچا کر اکیلے ہی مکہ سے مدینہ کی جانب نکل گئے تھے۔ اہلِ خانہ کو اُس وقت ساتھ لینے کا نہ موقع تھا اور نہ ہی دانشمندی؛ اس لیے جب حضور ﷺ مدینہ منورہ پہنچے تو زید بن حارثہؓ اور حضرت ابورافعؓ کو دو سواریاں اور ۵۰۰ درہم سفر خرچ دے کر— جو بطورِ سفر خرچ حضرت صدیق اکبرؓ نے خدمتِ اقدس میں پیش کیے تھے— مکہ مکرمہ کی جانب بھیجا۔ ان دونوں کی معیت میں حضرت صدیقِ اکبرؓ نے عبداللہ بن اریقط کو دو اونٹ دے کر ارشاد فرمایا کہ: میرے بیٹے عبداللہ کو یہ خبر دینا کہ وہ بھی اپنے اہلِ خانہ کو آپ ﷺ کے اہلِ خانہ کے ساتھ لے کر آئے۔ یہ حضرات مکہ مکرمہ پہنچے تو حضرت زید بن حارثہؓ اپنی بیوی اُمّ ایمن، بیٹے اُسامہ بن زید، اُمّ المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ، حضرت اُمّ کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم کو، اور حضرت صدیقِ اکبرؓ کے صاحبزادے عبداللہؓ اپنی والدہ اور دو بہنوں (حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ) کو لے کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ حضرات اُس وقت مدینہ پہنچے جب آپ ﷺ مدینہ منورہ میں مسجدِ نبوی شریف کی تعمیر میں مصروف تھے۔ رہائش کے لیے مستقل مکان نہیں بنے تھے۔ چنانچہ عارضی طور پر آپ ﷺ کے اہلِ خانہ نے حضرت حارثہ بن نعمانؓ کے مکان پر قیام فرمایا۔ بعد میں حضرت عائشہؓ کا حجرۂ مبارکہ تیار ہوا، تب اس میں اہلِ خانہ قیام پذیر ہوئے۔

حضرت فاطمہؓ اور حضرت اُمّ کلثومؓ دونوں نے ایک ساتھ ہجرت فرمائی۔ یہ دونوں بناتِ صغیرہ ہجرت میں بناتِ کبیرہ (حضرت زینبؓ اور حضرت رقیہؓ) سے فوقیت و سبقت لے گئیں۔ اس طرح حضرت اُمّ کلثوم نے ہجرت کا اہم فریضہ انجام دے کر اس کا ثواب حاصل کیا اور مہاجرین کی فہرست میں اپنا نام درج کروالیا۔ (بناتِ اربعہ: ص۲۲۳)

دوسرا نکاح

جب ۲ھ خلیفۂ برحق، دامادِ محسنِ انسانیت، پیکرِ شرم و حیا کی زوجۂ محترمہ اور نبی آخر

الزماں ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا انتقال ہوگیا تو آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ حضرت عثمان غنیؓ بہت زیادہ غمگین اور رنجیدہ ہیں۔ ایک دن آپ ﷺ نے پوچھا کہ: میں آپ کو بہت زیادہ مغموم دیکھ رہا ہوں۔ حضرت عثمانؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا مجھ سے زیادہ کسی کو تکلیف پہنچی ہوگی؟ کہ آپ کی لختِ جگر — جو میرے عقد میں تھیں — کی وفات ہوگئی جس سے میری کمر ٹوٹ گئی اور میرا رشتۂ دامادی جو آپ سے تھا نہیں رہا۔ ابھی یہ باتیں چل ہی رہی تھیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عثمان! لو یہ جبرئیل آئے ہیں اور اللہ کی طرف سے مجھ کو یہ حکم دے رہے ہیں کہ میں اپنی بیٹی اُمّ کلثوم کا نکاح تم سے کروادوں۔ آؤ! تم متوفّٰی بیوی سیدہ رقیہؓ کے مہر ہی پر نکاح کرلو اور اس کے ساتھ ایسا حسنِ سلوک اور برتاؤ کرنا جیسا کہ ان کی متوفی بہن سے کرتے تھے۔ یہ فرما کر آپ نے اُمّ کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمان غنیؓ سے کروادیا۔ (رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں: ص ۳۵)

ایک اور روایت میں اس نکاح کے متعلق مذکور ہے کہ: حضرت رقیہؓ کے سفرِ آخرت کے بعد حضرت عثمان غنیؓ اس بات کے متمنی تھے کہ آپ کا رشتۂ دامادی حضور ﷺ سے برقرار رہے، آپ ﷺ کی باندی اُمّ عیاشؓ (یہ وہ خاتون ہے جسے نبی کریم ﷺ نے حضرت رقیہؓ کو بطورِ ہدیہ خدمت کے لیے عنایت فرمائی تھی) کا بیان ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: میں نے وحیٔ آسمانی کے مطابق اپنی بیٹی اُمّ کلثومؓ کو حضرت عثمانؓ کے عقد میں دینے کا ارادہ فرمایا ہے۔ اس روایت سے بھی یہ ثابت ہوا کہ یہ عقد من جانب اللہ ہے۔ (بناتِ الربعہ: ص ۲۲۸)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ما انا اَزوّج بَناتِی ولٰکن اللّٰہَ تَعالی یُزَوِّجُھُنَّ“ یعنی میں اپنی بیٹیوں کو اپنی مرضی سے کسی کے نکاح میں نہیں دیتا بلکہ من جانب اللہ ان کے نکاح ہوتے ہیں۔ اگر بہ نظرِ انصاف دیکھا جائے تو رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد غمازی کرتا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ اُمّ کلثومؓ کا نکاح بہ امرِ خداوندی

ہوا ہے۔ (بناتِ اربعہ:ص ۲۲۷)

اس نکاح کے متعلق ایک اور روایت میں مذکور ہے کہ: جن ایام میں سیّدہ رقیہؓ کا انتقال ہو گیا انھیں دنوں حضرت حفصہ بنت عمر فاروقؓ کے پہلے خاوند کا انتقال ہو گیا تھا۔ جب عمر فاروقؓ نے دیکھا کہ عثمان غنیؓ بہت زیادہ مغموم رہتے ہیں تو کہنے لگے: اے عثمان! تم میری بیٹی حفصہؓ سے نکاح کرلو۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے تأمل کیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انھیں معلوم ہو چکا تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ خود حضرت حفصہؓ سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ادھر حضرت عمرؓ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ میں نے عثمان غنیؓ کے سامنے حفصہؓ سے نکاح کی پیشکش کی، مگر انھوں نے کچھ جواب نہیں دیا۔ تو آنحضرت ﷺ نے اطمینان دلاتے ہوئے فرمایا کہ: "یتزوج حفصة من ھو خیر عثمان، ویتزوج عثمان من ھی خیر من حفصة" (میں حفصہؓ کے لیے عثمانؓ سے بہتر شوہر اور عثمانؓ کے لیے حفصہؓ سے بہتر زوجہ تلاش کرتا ہوں) پھر آپ ﷺ نے حضرت حفصہؓ کو اپنے نکاح میں لے لیا اور حضرت عثمانؓ کا عقدِ نکاح اپنی صاحبزادی حضرت اُمّ کلثومؓ سے کر دیا۔ (صحابیات:ص ۱۱۴، بناتِ اربعہ:ص ۲۳۰، سیّدہ خدیجہؓ اور ان کی بیٹیاں:ص ۴۶)

مذکورہ بالا روایت میں آپ ﷺ نے اپنی بیٹی کے لیے ''خیر'' یعنی بہتر کا لفظ استعمال فرمایا۔ یہ حضرت اُمّ کلثومؓ کے لیے اعزاز واکرام کی دلیل ہے۔

غرض اس طرح پیغمبرِ اسلام ﷺ کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنیؓ کے عقد میں آئیں، جس کی وجہ سے انھیں رہتی دنیا تک کے لیے 'ذوالنورین' کا لقب ملا۔

رخصتی

سیّدہ عائشہؓ حضرت اُمّ کلثومؓ کی شادی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ: سردارِ دوجہاں ﷺ نے اُمّ کلثوم کی شادی کے موقع پر اُمّ ایمنؓ سے خطاب کر کے فرمایا کہ

میری بیٹی اُمّ کلثومؓ کو تیار کرو اور عثمان غنی کے گھر پہنچا دو۔ اور اس کے پاس دَف بجاؤ۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ رخصتی کے تین روز بعد حضور ﷺ سیدہ اُمّ کلثومؓ کے گھر تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا: اے پیاری بیٹی! تمھیں اپنے سرتاج کیسے لگے۔ انھوں نے جواب دیا کہ: وہ بہت اچھے ہیں۔ (سیّدہ خدیجہؓ اوران کی بیٹیاں: ص ۴۸)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مختصر سوانحی خاکہ

اسمِ گرامی: عثمان والد کا نام: عفان

کنیت: ابوعبداللہ لقب: ذوالنورنین

مدتِ خلافت: ۱۲؍سال (از ۲۴ھ تا ۳۵ھ) (مزید تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے: عشرۂ مبشرہ: از ص ۲۵۷ تا ص ۳۳۲، ناشر: شعبۂ تقریر وتحریر جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل)

فتحِ مکہ میں شرکت

فتحِ مکہ کے موقع پر اُمّ کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ دونوں آپ ﷺ کے ساتھ تھیں اور فتحِ مکہ میں شرکت کر کے اِسی سفر میں آپؓ نے اپنی والدۂ ماجدہ حضرت خدیجہؓ کے روضہ کی زیارت فرمائی، پھر حضور ﷺ ہی کی معیت میں مدینہ کی طرف روانہ ہوئیں اور مدینہ پہنچ کر اخیر تک رفاقتِ عثمانی میں رہیں۔ حضرت اُمّ کلثومؓ چھ برس تک حضرت عثمانؓ کی رونقِ خانہ بنی رہیں۔ (ازواجِ مطہرات وصحابیات انسائیکلوپیڈیا: ص ۲۷۱)

وفات

سیّدہ اُمّ کلثومؓ کی وفات شعبان المعظم ۹ھ میں ہوئی، آپ کی وفات پر تاجدارِ دوعالم ﷺ کو بہت زیادہ صدمہ ہوا۔

تجہیز و تکفین

حضور ﷺ کے حکم و ایما پر تجہیز و تکفین کا انتظام کیا گیا۔ جن خوش نصیب عورتوں نے اُمّ کلثومؓ کو غسل دیا، مختلف روایات میں ان کے اسمائے گرامی مع روایات و تفصیلات کے کچھ یوں ہے:

حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن فرماتی ہیں کہ: حضرت اُمّ کلثومؓ کو انصار کی چند عورتوں نے غسل دیا، من جملہ ان کے اُمّ عطیہؓ بھی تھیں۔ (طبقات ابن سعد: ۸-۲۶)

حضرت اسماء بنت عمیسؓ کا بیان ہے کہ: میں نے اور صفیہ بنت عبدالمطلب نے اُمّ کلثومؓ کو غسل دیا اور میں نے ان کے لیے حکم کے مطابق کھجور کی تازہ شاخوں سے نعش بنائی اور اس طرح انھیں چھپا دیا۔ (طبقات ابن سعد: ۸/ ۲۵)

حضرت لیلیٰ بنت قانف ثقفیہؓ فرماتی ہیں کہ: میں ان عورتوں میں سے تھی جنھوں نے اُمّ کلثومؓ کو غسل دیا اور غسل کے بعد رسول اللہ ﷺ سے کفن لے کر ان کو ہم نے کفن دیا۔ کفن کے کپڑے حضور ﷺ کے پاس تھے، آپ ﷺ دروازے کے پاس سے ایک ایک کر کے ہم کو کفن کے کپڑے دے رہے تھے۔ (رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں: ص ۳۶)

نبی اکرم ﷺ نے غسل دینے والی عورتوں کو یہ حکم دیا تھا کہ: تم ان کو بیری کے پتّوں والے پانی سے تین، پانچ یا سات مرتبہ غسل دو اور اخیر میں خوشبو لگاؤ۔ بعد ازاں مجھے خبر کرو۔ چنانچہ عورتوں نے اسی طرح کیا اور پھر خدمتِ اقدس ﷺ میں اطلاع دی تو آپ ﷺ دروازہ کے پاس ہی کھڑے کھڑے کفن کے کپڑے دیتے رہے۔ آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق ہی ان عورتوں نے کپڑوں کو استعمال کیا۔ سب سے پہلے آپ ﷺ نے چادر (تہہ بند) دی، پھر کرتی، پھر دوپٹّہ دیا، پھر ایک بڑی چادر مرحمت فرمائی۔ اس کے بعد مزید ایک کپڑے میں لپیٹا گیا جس سے آپ کا تمام بدن چُھپ گیا۔ اس طرح سے غسل و

کفن کا کام اختتام پذیر ہوا۔ سیّدہ اُمّ کلثومؓ کے لیے یہ اعزاز کی بات ہے کہ بعد میں فقہائے کرام نے انھیں روایات سے غسل و کفن کے مسائل مستنبط کیے۔ گویا اس عالمِ فانی سے پردہ فرما جانے کے بعد بھی اُمت کی رہبری کا فریضہ انجام دیا۔

(بناتِ اربعہ: ص ۲۴۱، سیّدہ خدیجہؓ اور ان کی بیٹیاں: ص ۴۹)

نمازِ جنازہ اور تدفین

جب حضرت اُمّ کلثومؓ کے کفن و غسل کا کام تکمیل کو پہنچ گیا تو ان کی نمازِ جنازہ کے لیے خود محسنِ انسانیت ﷺ تشریف لائے اور نمازِ جنازہ پڑھائی اور اُس وقت جتنے بھی صحابہؓ موجود تھے وہ تمام شامل ہوئے۔ اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہوسکتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی اور مغفرت کی دُعا کی اور سبھی صحابۂ کرامؓ بھی شریک رہے۔ نماز کے بعد آپؓ کے جنازہ کو جنت البقیع میں لایا گیا۔ آپ ﷺ بھی تشریف لائے اور فرمایا: ایسا کون شخص ہے جس نے گزشتہ رات میں مباشرت نہ کی ہو تو حضرت ابوطلحہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں ہوں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم قبر میں اُترو۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ: اُس وقت آپ ﷺ کی چشمِ مبارک سے آنسو جاری تھے۔ (طبقات ابن سعد: ص ۸/۲٦)

حضرت سعد بن زرارہؓ فرماتے ہیں کہ: قبر میں علیؓ ابن ابوطالب، فضل بن عباسؓ اور اسامہ بن زیدؓ اُترے تھے۔ (طبقات ابن سعد: ۸/۲٦)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت اُمّ کلثومؓ کے انتقال پر تجہیز و تکفین اور نمازِ جنازہ میں خود سردارِ دو عالم ﷺ شریک تھے اور یہ تمام اُمور آپ ﷺ کی نگرانی میں انجام پائے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تسکینِ خاطر

سیدہ اُمِ کلثومؓ کی وفات سے حضرت عثمانؓ پر جو افتاد پڑی اس سے آپؓ غم زدہ

رہنے لگے۔ ایک تو اُمّ کلثومؓ کی جدائی کا غم اور دوسرا آپ ﷺ سے رشتۂ دامادی کے منقطع ہوجانے کا غم۔ اِن غموں نے آپ کو نڈھال کر دیا۔ چنانچہ آپؓ کی تسکین کی خاطر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اگر میری تیسری لڑکی ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی عثمانؓ سے کروادیتا۔ (رسول اللہ کی صاحبزادیاں: ص۳۷)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میرے پاس دس بیٹیاں ہوتیں تو میں (یکے بعد دیگرے) حضرت عثمانؓ کے عقدِ نکاح میں دے دیتا۔ جیسا کہ ابن سعد راقم ہے: "لو کان عشراً لزوجتهن عثمان." (طبقات ابن سعد: ۸/۲۵)

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میری چالیس لڑکیاں بھی ہوتیں تو یکے بعد دیگرے عثمان سے ان کا نکاح کراتا جاتا؛ یہاں تک کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہتیں۔

ایک اور روایت مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اگر میری سو لڑکیاں ہوتیں تو میں سب لڑکیاں یکے بعد دیگرے عثمان کے عقدِ میں دے دیتا۔

(صحابیات: ص۱۱۴، بحوالہ تاریخ الخمیس: ص۳۱۲)

ممکن ہے کہ ان میں سے بعض روایات پر کلام کیا گیا ہو مگر ان سب روایات کے پیشِ نظر مجموعی طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر سیّدہ اُمّ کلثومؓ کے بعد اور کوئی صاحبزادی ہوتی تو اسے بھی حضرت عثمانؓ کے عقد میں آنا تھا۔

حلیہ

خادمِ رسول ﷺ حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت اُمّ کلثومؓ کے جسم پر ایک بیش قیمت ریشمی دھاری دار منقش چادر دیکھی۔ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اُمّ کلثومؓ کا لباس عمدہ ہوتا تھا اور حضرت عثمان غنیؓ کی رفاقت میں آپؓ کا اس طرح

ریشمی دھاری دار لباس کا استعمال کرنا یہ حضرت عثمانؓ کا حضرت اُمّ کلثومؓ کے ساتھ حسنِ اخلاق اور اچھا برتاؤ کرنے کی دلیل ہے۔ اِس سے زوجین کے مابین تعلقات کی شائستگی معلوم ہوتی ہے۔ (بناتِ اربعہ: ص۲۳۶)

اولاد

حضرت اُمّ کلثومؓ کا پہلا نکاح عتیبہ سے ہوا، اس سے اولاد کا نہ ہونا ظاہر ہے؛ کیونکہ رخصتی کی نوبت ہی نہ آنے پائی تھی۔ پھر آپ کا نکاح حضرت عثمانِ غنیؓ سے ہوا اور ان سے بھی آپ کو کوئی اولاد نہ ہوئی۔ (بناتِ اربعہ: ص۲۳۴، صحابیات: ص۱۱۳)

خلاصۂ کلام

یہ نبی آخر الزماں سرورِ کائنات حضرت محمد ﷺ کی صاحبزادی حضرت اُمّ کلثومؓ کی مختصر سوانح حیات تھی، جن کی زندگی امت کی ماؤں اور بہنوں کے لیے اسوۂ حسنہ اور مشعلِ راہ ہے کہ اس کی روشنی میں دورِ حاضر کی مسلمان خواتین اپنی زندگی کی شاہ راہوں پر چلنے میں مدد حاصل کر سکتی ہیں اور ان کے نقشِ قدم پر چل کر فلاحِ دارین کی مستحق بن سکتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان پاکیزہ نفوس کی حیاتِ بابرکات کو اپنے لیے نمونہ اور آئیڈیل بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ

عبداللہ بلساڑی ....

تاریخ میں ایسے بہت سے جاں نثار مل جائیں گے جنھوں نے نبی آخرالزماں ﷺ کے لیے تڑپنا سیکھا؛ مگر وہ کون ہے جس کے لیے خود نبی تڑپ اُٹھے، صحابۂ کرامؓ کے لیے سرکار ﷺ کی ذاتِ گرامی 'قلب وجگر' سے کم نہ تھی؛ مگر وہ کون ہے جس کو خود زبانِ رسالت مآب ﷺ نے اپنا 'لختِ جگر' قرار دیا، محبوبِ دوجہاں ﷺ کے عارض وگیسو پر برہمی کے آثار صحابہؓ کو ہلا کر رکھ دیتے تھے؛ لیکن وہ کون ہے جس کا درد خود محبوبِ خدا ﷺ کو پگھلا دیتا تھا۔ مکہ اور مدینہ کی فضاؤں میں "فِداك ابی و امّی یا رسول اللّٰہ" کے نغمے بارہا گونجے اور آقائے مدنی کی ادنیٰ تکلیف پر ہزاروں دل بے چین ہو اُٹھے ہیں؛ البتہ وہ ایک ہی ہے جسے لسانِ حقیقت ترجمان نے اپنے گوشت کا ٹکڑا قرار دے کر فرمایا: ''بے شک اللہ تیرے راضی ہونے پر راضی ہوتا ہے اور تیرے ناراض ہونے پر ناراض ہوتا ہے۔'' جاننا چاہتے ہو یہ کون مبارک ومقدس ہستی ہے؟ یہ وہی ہے جسے دنیا صابرہ، زاہدہ، صادقہ، سیدہ نساء اہل الجنۃ سے جانتی ہے اور وہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ ہیں۔

آیئے! تاریخ کے دریچے سے آپ کی پاکیزہ زندگی پر نظر ڈالتے ہیں اور وہاں سے پاکیزگی وصداقت شعاری مستعار لے کر اس متعفن اور بدبودار معاشرے کے مشامِ جاں معطر کرتے ہیں۔

نام ونسب

آپ کا نام فاطمہؓ ہے، آپؓ کے نسب کے متعلق یہی کافی ہے کہ آپؓ سرورِ کائنات فخرِ دوجہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی دخترِ نیک اختر تھیں اور والدہ امتِ مسلمہ

کی ماں، سب سے پہلے ایمان لانے والی خوش نصیب اور مقدس خاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ تھیں۔فاطمہ نام نبی کریم ﷺ نے بہ حکمِ خداوندی رکھا تھا؛اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فاطمہؓ کو جہنم کی آگ سے بچار کھا ہے۔فاطمہ 'فطم' سے مشتق ہے جس کا معنی ہے قطع کرنا۔آپؓ کے کئی القاب ہیں: مبارک، زکیہ، صدیقہ، راضیہ، مرضیہ، محدثہ، زہراء اور طاہرہ۔آپؓ زہرۃ النبی یعنی نبی ﷺ کا پھول تھیں؛ اس لیے زہرہ کے لقب سے مشہور ہوئیں۔سفید رنگت اور روشن چہرے کی بنا پر بھی آپ کو 'زہراء' کہا جاتا ہے۔آپ 'بتول' سے بھی مشہور ہوئیں۔ بتول کے معنی قطع اور جدا کرنے کے آتے ہیں؛ چونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام عورتوں سے جداگانہ حسن وفضل اور شرف ومقام عطا فرمایا تھا اور آپ لوگوں سے الگ تھلگ یکسوئی میں عبادت کی عادی تھیں؛اس لیے آپ کو 'بتول' سے بڑی شہرت نصیب ہوئی۔

آپ ﷺ بعض مرتبہ حضرت فاطمہؓ کو ''اُمِّ اَبِیْھَا'' کہہ کر پکارتے تھے، وجہ یہ تھی کہ جب آپ ﷺ خواجہ ابوطالب کی پرورش میں تھے تو اپنی چچی حضرت فاطمہ بنت اسد کو 'ماں' کہہ کر بلاتے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو آپ کو بڑا رنج ہوا، پھر جب آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کی ولادت ہوئی تو آپ کو اپنی 'ماں' فاطمہ بنت اسد کی یاد آ گئی اور جب بھی آپ اپنی بیٹی فاطمہؓ کو دیکھتے تو حضرت فاطمہ بنت اسد کی یاد تازہ ہو جاتی۔

(ازواجِ مطہرات وصحابیات انسائیکلوپیڈیا: ص۲۷۳-۲۷۴)

ولادت باسعادت

حضرت فاطمہؓ سرکار ﷺ کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی تھیں، ان کی ولادت کے بارے میں اختلاف ہے۔'الاصابہ' میں انبوی میں آپ کی ولادت کا ذکر ہے؛لیکن راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ولادت نبوت سے پانچ سال قبل اس وقت ہوئی جب کہ حضور ﷺ کی عمر مبارک ۳۵ سال کی تھی اور آپ کعبۃ اللہ کی تعمیر میں مصروف تھے۔

(طبقات ابن سعد: ۸/ ۱۱،نساء مبشرات بالجنۃ: ص۲۰۲، رسول اللہ کی صاحبزادیاں: ص۴۳)

حلیہ

حضرت فاطمہؓ کا حلیہ مبارک جنابِ رسول اللہ ﷺ سے ملتا جلتا تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ فاطمہؓ کی گفتگو، لب ولہجہ اور نشست وبرخاست کا طریقہ بالکل آنحضرت ﷺ کے مشابہ تھا اور رفتار بھی بالکل آپ ﷺ کے ساتھ ملتی تھی۔

(بخاری کتاب الاستیذان، رقم ۶۲۸۵ بحوالہ سیر الصحابیات: ص ۹۸)

حضرت اُمّ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ: ''رفتار وگفتار میں رسول اللہ ﷺ کا بہترین نمونہ حضرت فاطمہؓ ہیں۔'' (نامور مسلمان خواتین: ص ۱۸)

حضور ﷺ جس طرح حسن وجمال کے پیکر تھے، آپ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو بھی حسن وجمال کی دولت سے نوازا گیا تھا۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے اپنی والدہ سے حضرت فاطمہؓ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ: حضرت فاطمہؓ چاند سورج سے زیادہ حسین اور سیاہ بالوں والی تھیں اور حضور ﷺ سے بہت مشابہ تھیں۔ (خاتونِ جنت سیدہ فاطمہؓ: ص ۱۴۲)

بچپن

حضرت فاطمہؓ اپنی تمام بہنوں میں سب سے چھوٹی تھیں، آنحضرت ﷺ اور حضرت خدیجہؓ کو حضرت فاطمہؓ سے بڑی محبت تھی، اسی محبت کی وجہ سے حضرت خدیجہؓ نے آپ کو بذاتِ خود دودھ پلایا، جب کہ عربوں میں عام رواج تھا کہ وہ اپنے نومولود کو کسی مناسب دایہ کے سپرد کردیتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نہایت ذہین وفطین اور تنہائی پسند تھیں، نہ کھیل کود میں حصہ لیتیں، نہ سیر وتفریح کی خواہش رکھتیں، ہمیشہ والدۂ ماجدہ کے پاس موجود رہتیں اور ان سے ایسے عجیب وغریب سوالات دریافت کرتیں جو آپ کی

ذہانت کے عکاس ہوتے۔

ایک مرتبہ حضرت خدیجہؓ حضرت فاطمہؓ کو تعلیم دے رہی تھیں تو ننھی بچی نے پوچھا: ’’اماں جان! اللہ تعالیٰ کی قدرتیں تو ہم ہر وقت دیکھتے ہیں، کیا اللہ تعالیٰ خود نظر نہیں آسکتے؟‘‘ حضرت خدیجہؓ نے فرمایا: ’’میری پیاری! اگر ہم دنیا میں اچھے کام کریں گے اور خدا کے احکام پر عمل کریں گے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے مستحق ہوں گے اور یہی اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔‘‘

آرائش وزیبائش سے بالکلیہ اجتناب فرماتی تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت خدیجہؓ کے کسی عزیز کے یہاں شادی تھی، آپؓ نے حضرت فاطمہؓ کے لیے عمدہ کپڑے اور زیورات بنوائے، جب جانے کا وقت آیا تو حضرت فاطمہؓ نے ان کپڑوں کو پہننے سے انکار کردیا اور سادگی کے ساتھ شادی کی تقریب میں شرکت فرمائی۔ ان سب فطری خصوصیات کے ساتھ حضرت خدیجہؓ بھی آپ کی تعلیم وتربیت کا بہت خیال رکھتی تھیں، اسی وجہ سے بچپن ہی سے آپ کی حرکات وسکنات سے خداترسی وتقوی، زہد واستغنا اور قناعت وسخاوت کا ظہور ہونے لگا تھا۔ (تذکار صحابیات: ص۱۲۵)

قبولِ اسلام

حضرت خدیجہؓ کی اسی تعلیم وتربیت کا نتیجہ تھا کہ جب رسولِ اکرم ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو اُمّ المومنین حضرت خدیجہؓ کے ساتھ ان کی چاروں صاحبزادیاں: حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت اُمّ کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم رسالت مآب ﷺ پر ایمان لے آئیں۔ ابنِ اسحاق نے بہ روایت حضرت عائشہؓ نقل کیا ہے کہ: جب آپ ﷺ کو نبوت کا تاج پہنایا گیا تو حضرت خدیجہؓ کے ساتھ ان کی صاحبزادیاں بھی تصدیقِ نبوت سے پیچھے نہ رہیں۔ ایمان لانے کے وقت حضرت فاطمہؓ کی عمر مبارک پانچ سال تھی۔

(نساء مبشرات بالجنۃ: ص۲۰۴، صور من سیر صحابیات: ص۳۹)

قبولِ اسلام کے بعد

تاریخ وسیرت کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ تاجِ نبوت سے سرفراز کیے جانے کے بعد سرکار ﷺ کو کن کن جاں گداز حالات سے گزرنا پڑا۔ حضرت فاطمہؓ اُس دَور میں کم سن ہونے کے باوجود اپنے والدِ گرامی کی ہر تکلیف میں شریک رہتیں، کفار آپ ﷺ کو ہر طرح کی تکلیف پہنچاتے، راستہ میں کانٹے بچھاتے، چلتے ہوئے آپ پر کوڑا کرکٹ ڈال دیتے، پتھر مارتے، گالیاں دیتے۔ آپ جب گھر تشریف لاتے تو چہرۂ مبارک پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی، جس کو دیکھ کر حضرت فاطمہؓ آپ ﷺ کو تسلی دیتیں اور بعض مرتبہ خود بھی رو پڑتیں، پھر آپ ﷺ ان کو دلاسا دیتے ہوئے فرماتے: ''میری پیاری بیٹی! گھبراؤ نہیں، احکم الحاکمین تمہارے باپ کو تنہا نہیں چھوڑے گا۔''

ایک مرتبہ آپ ﷺ خانۂ کعبہ میں نماز ادا فرما رہے تھے، سردارانِ قریش بھی وہاں موجود تھے، ان کو شرارت سوجھی کہ محمد کو تکلیف پہنچائی جائے۔ قریب ہی ایک اونٹنی کی اوجھ رکھی تھی۔ ابوجہل نے کہا: کون اس اوجھ کو محمد پر ڈال آئے گا؟ کفار کا ایک بد بخت سرغنہ عقبہ ابن ابی معیط اس کام کو انجام دینے کے لیے تیار ہو گیا۔ چنانچہ اس نے اوجھ اُٹھائی، آپ ﷺ سجدہ کی حالت میں تھے، مٹکا تا ہوا ناہنجار آگے بڑھا اور وہ گندی ناپاک اوجھ آپ کی پیٹھ پر رکھ دی، جس کے وزن کے باعث آپ ﷺ سجدہ سے اُٹھ نہ پائے۔ حضرت فاطمہؓ کو کسی نے اس بھیانک اور قبیح فعل کی خبر دی تو آپ بے چین ہو گئیں اور دوڑتی گرتی پڑتی خانۂ کعبہ میں پہنچیں اور اپنے معصوم ہاتھوں سے آپ کی پشتِ مبارک سے اس گندگی کو ہٹایا جب کہ کفار ارد گرد گھومتے ہوئے اس طرح قہقہہ لگا رہے تھے کہ ایک دوسرے پر گر رہے تھے اور تالیاں بجا رہے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے مظلومانہ ڈبڈبائی آنکھوں سے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا: شریرو! خدا تمہیں ان شرارتوں کی

ضرور سزا دے گا، نبیﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے ہاتھوں کو بارگاہِ الٰہی میں اٹھایا اوران کفار کا نام لے لے کران کے لیے بددعا فرمائی۔ یہ دیکھ کر تمام کافروں کی خوشی خوف میں تبدیل ہوگئی۔ شرارت کا نشہ کافور ہوگیا کیوں کہ انھیں بھی یقین تھا کہ محمد نے جو بددعا کی ہے اب وہ پوری ہوکر رہے گی؛ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اللہ نے اپنے حبیب کی دعا قبول کی اور یہ سب کافر غزوۂ بدر میں جہنم رسید ہوئے۔

غزوۂ بدر کے بعد جب یہ بدبخت عقبہ ابن ابی معیط قیدی بنا کر دربارِ رسالت میں لایا گیا تو آپﷺ نے اس کے قتل کا حکم صادر فرمایا۔ اس نے کانپتے ہوئے پوچھا: میرے بچوں کا کیا انجام ہوگا؟ فرمایا: جہنم۔ عقبہ نے پوچھا: کیا مجھے قریشی ہونے کے باوجود قتل کیا جائے گا؟ فرمایا۔ ہاں۔ اس وقت آپﷺ نے صحابہؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا: تمھیں معلوم ہے اس نالائق بدبخت کا جرم کیا ہے؟ یہ وہی ظالم ہے، جس نے ایک مرتبہ جب میں سجدہ کی حالت میں تھا، اتنی زور سے میری گردن پر پاؤں رکھا تھا کہ مجھے محسوس ہوا کہ ابھی میری آنکھیں باہر نکل پڑیں گی۔ اور ایک مرتبہ سجدہ میں اس نالائق نے میری پشت پر گوبر اور خون سے لت پت اونٹنی کی اوجھ لاکر رکھ دی، میری بیٹی فاطمہ نے اسے میرے جسم سے ہٹایا اور میرے بدن کو گندگی سے پاک صاف کیا۔

(نساء مبشرات بالجنۃ: ص۲۰۵، صحابیاتِ مبشرات: ص۲۱۵، تذکار صحابیات: ص۱۲۶)

نوٹ: اس قصّے کو نقل کرتے وقت ’سلا‘ کا ترجمہ عام طور پر اوجھڑی یا رحم دانی سے کیا جاتا ہے، لیکن اس بارے میں مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری (شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند) کی تحقیق یہ ہے کہ ’سلا‘ کا صحیح ترجمہ ’میل‘ ہے، رحم دانی میں ایک جھلی ہوتی ہے اس میں بچہ بڑھتا ہے اور اس میں گندہ پانی رہتا ہے، جب دردِ زہ ہوتا ہے تو وہ جھلی پھٹتی ہے اور چکنے پانی کے ساتھ بچہ باہر آجاتا ہے۔ کچھ دیر کے بعد پھر درد ہوتا ہے، پھر وہ پردہ باہر آجاتا ہے۔ اس کو انسان کے تعلق سے ’نال‘ اور جانور کے تعلق سے ’میل‘ کہتے ہیں اور جو

گندگی آپ پر ڈالی گئی تھی وہ یہی میل ہے نہ کہ اوجھ۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: تحفۃ القاری ۱/۵۸۰)

ابوجہل کا حضرت فاطمہؓ کو طمانچہ مارنا

ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ کا گزر ابوجہل ملعون کے پاس سے ہوا تو اس بدبخت نے ننھی سی فاطمہ کو طمانچہ رسید کر دیا۔ حضرت فاطمہؓ نے قریش کے سردار ابوسفیان سے اس کی شکایت کی تو ابوسفیان باوجود کافر ہونے کے انسانیت کے ناطے آپ کو لے کر ابوجہل کے پاس گیا اور کہا: فاطمہ! تم بھی انھیں طمانچہ مارو، جس طرح اس نے تم کو طمانچہ مارا ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے ایک زوردار طمانچہ رسید کیا۔ بعد میں اپنے والد کی خدمت میں جا کر سارا واقعہ کہہ سنایا تو آپ ﷺ کو بڑی خوشی ہوئی اور آپ نے ابوسفیان کی ہدایت کے لیے دعا فرمائی۔ (صحابیات مبشرات: ص ۲۱۷)

ایک روز ابوجہل حرم میں بیٹھا اپنے ساتھیوں سے مشورہ کر رہا تھا کہ ہمارے بتوں کی شان میں گستاخی کرنے، نبوت کا دعویٰ کرنے اور بتوں کو بے اختیار قرار دینے کے جرم میں محمد پر مشترکہ طور پر حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیا جائے۔ حضرت فاطمہؓ کا وہاں سے گزر ہوا تو ان کو اس گھناؤنے منصوبے کی خبر ہوئی، دوڑی دوڑی روتی ہوئی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور منصوبہ کے بارے میں بتلایا اور اپنے معصومانہ جذبات کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا: ابا جان! اب کیا ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی کو دلاسہ دیتے ہوئے فرمایا: بیٹی گھبراؤ نہیں، اللہ تعالیٰ تیرے باپ کا محافظ ہے۔ اس کے بعد وضو کر کے حرمِ کعبہ میں تشریف لے گئے اور ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کے پاس سے گزرے تو سرِ مبارک اُٹھا کر اوپر دیکھا، پھر اپنے سر کو جھکا لیا اور ''تمہارے چہرے خاک آلود ہوں'' کہتے ہوئے آپ ﷺ نے مٹھی بھر مٹّی لے کر ان کی طرف اُچھال دی۔ آپ ﷺ نے تسلی سے نماز پڑھی۔ وہ اس قدر مرعوب ہوئے کہ کسی کو اپنی جگہ سے اُٹھنے کی ہمت ہوئی اور نہ ہی بات کرنے

کی جرأت۔ خوف و ہراس نے ان کی زبانیں گنگ کرر کھی تھیں۔ (صحابیاتِ مبشرات: ص ۲۱۷)

شعب ابی طالب کی محصوری

کفارِ قریش نے مسلمانوں کو ہر طرح کی ایذا پہنچائی اور اسلام سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کی؛ لیکن لوگ دن بہ دن دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے گئے یہاں تک کہ یہ تعداد اتنی بڑھ لگی کہ کفارِ قریش کو فکر دامن گیر ہوئی؛ چنانچہ ایک مشاورتی مجلس منعقد ہوئی کہ اگر اسی طرح ہوتا رہا تو بڑھتے بڑھتے مسلمان غالب آ جائیں گے۔ اس مجلس میں ایک کافر نضر بن حارث — جو بڑا چالاک وشاطر تھا — نے یہ مشورہ دیا کہ مسلمانوں اور ان کی حمایت کرنے والے بنو ہاشم کا بائیکاٹ کر دیا جائے، نہ کوئی ان سے خرید وفروخت کرے، نہ ان سے کسی قسم کی بات چیت کی جائے، رشتے ناطے وغیرہ بالکل قطع کر دیے جائیں؛ چنانچہ اس ظالمانہ تجویز پر سب کا اتفاق ہوا اور با قاعدہ ایک دستاویز تیار کر کے خانۂ کعبہ پر لٹکا دیا گیا۔ بنو ہاشم نے جب یہ ظالمانہ سلوک دیکھا تو خود ہی ابوطالب کی قیادت میں شعبِ ابی طالب نامی گھاٹی میں محصور ہو گئے۔ یہ حصار مسلمانوں پر نہایت دشوار اور مصائب سے پُر تھا، خورد ونوش کے سامان تک سے محروم کر دیے گئے تھے۔ بچے بھوک کے مارے بلبلا کر تڑپتے اور بڑے بھوک کی وجہ سے نڈھال وکمزور ہو جاتے تھے۔

اس حصار میں حضرت خدیجہؓ اور آپ کی بارہ سالہ لختِ جگر حضرت فاطمہؓ بھی شامل تھیں۔ حضرت فاطمہؓ پر اس بائیکاٹ اور مجاہدے کا نہایت برا اور تباہ کن اثر ہوا۔ جسم ایک دم لاغر ہو گیا اور عمر بھر اس کے اثرات باقی رہے۔ (صحابیاتِ مبشرات: ص ۲۱۸، نساء مبشرات بالجنۃ: ص ۲۰۶)

والدۂ محترمہ حضرت خدیجہؓ کی وفات

ادھر حضرت خدیجہؓ پر شعبِ ابی طالب میں تقریباً تین سال طویل عرصہ گزارنے

کی وجہ سے ضعف و نقاہت کا شدید حملہ ہوا اور حصار سے چھٹکارا ملتے ہی بیمار ہوگئیں اور اسی بیماری میں راہِ وفا کی اس تھکی ماندی مسافر نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ ان کی وفات سے حضرت فاطمہؓ پر کوہِ غم ٹوٹ پڑا، ایک شفقت بھرا ہاتھ اٹھ گیا، ماما کا سائبانِ محبت جو ہر قسم کی پریشانیوں اور تکلیفوں کے بعد راحت واطمینان کا واحد ذریعہ تھا نہ رہا۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ ﷺ نے ان کی تربیت اور نگہداشت کے خاطر حضرت سودہؓ سے نکاح کرلیا۔

آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ تو تبلیغِ حق کے لیے وقف تھی، جب بھی فرصت ملتی آپ ﷺ حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لاتے اور دلاسہ دیتے اور قیمتی نصائح فرماتے۔ مدینہ منورہ میں رہائش کے دوران تنہائی میں ہوتیں تو حضرت عائشہؓ، اسماء بنت ابوبکرؓ، حضرت فاطمہ بنت زبیرؓ وغیرہ سیدہ کے پاس وقتاً فوقتاً تشریف لاتیں اوران کی دلجوئی کرتیں۔

(تذکارِ صحابیات: ص ۱۲۶، صحابیات مبشرات: ص ۲۲۰)

طائف سے واپسی اور حضرت فاطمہؓ

جب ۱۰ نبوی میں غمگسار بیوی حضرت خدیجہؓ اور ہر وقت آپ کی حمایت کرنے والے چچا ابوطالب اس دنیا سے رحلت فرما گئے تو کافروں کا تشدد اور بڑھ گیا۔ اس وقت دعوتِ حق کے لیے آپ نے بڑی امیدوں کے ساتھ طائف کے لیے رختِ سفر باندھا؛ لیکن وہاں بھی امیدوں کے شیش محل یاس انگیز پتھروں سے منہدم کردیے گئے، پتھروں سے لہولہان بدن لیے جب آپ اپنے گھر پہنچے تو یہ حالتِ زار دیکھ کر دونوں صاحبزادیاں حضرت فاطمہ واُمّ کلثوم زاروقطار رونے لگیں، آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے ان کے آنسو پونچھے اور تسلی دی کہ ”گھبراؤ نہیں، اللہ تعالیٰ اپنے دین کی مدد کرے گا اور اپنے نبی کو غالب کرے گا، تنگی کے بعد آسانی کے دن آنے والے ہیں“۔

(صحابیات مبشرات: ص ۲۲۰)

ننھی فاطمہ کے جذبات

ایک مرتبہ ابو جہل دیگر کفار کے ساتھ حرم میں بیٹھا آپ ﷺ کے قتل کے منصوبے گانٹھ رہا تھا، حضرت فاطمہؓ کا وہاں سے گزر ہوا تو روتی ہوئی آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور پورا ماجرا کہہ سنایا کہ: وہ مناۃ وعزّی اور نائلہ کی قسم کھا کر یہ بات کہہ رہے تھے کہ جب آپ باہر نکلیں گے تو وہ آپ کو قتل کر دیں گے اور معصومانہ جذبات کے ساتھ فرمایا: ابا جان! اب کیا ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: بیٹی! اللہ تمہارے باپ کا محافظ ہے۔ (صحابیات مبشرات: ص ۲۱۷)

ہجرتِ مدینہ

۱۳ نبوی میں جب باری تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو ہجرتِ مدینہ کا حکم ملا تو حضرت علیؓ کو چھوڑ کر آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی اور اپنے اہل وعیال کو مکہ ہی میں مقیم رہنے دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے بھی آپ ﷺ کی اتباع میں اپنے اہلِ خانہ کو مکہ ہی میں چھوڑ دیا تھا، مدینہ پہنچنے کے بعد آپ نے حضرت زید بن حارثہؓ اور ابو رافعؓ کو دو اونٹ اور پانچ سو درہم دے کر مکہ بھیجا تاکہ وہ حضور ﷺ کے گھر والوں کو لے آئیں، حضرت ابو بکر نے بھی عبداللہ بن اریقط کو اپنے صاحبزادے عبداللہ کے نام ایک خط لکھ کر بھیجا کہ وہ بھی ان ہی کے ساتھ تمام اہلِ خانہ کو لے کر جلد مدینہ پہنچیں۔

خانوادۂ نبوت اور خانوادۂ صدیق نے ایک ساتھ ہجرت کا سفر شروع کیا۔ ابھی تھوڑی ہی مسافت طے ہوئی تھی کہ بعض شر پسندوں نے روکنے کی کوشش کی جن میں ایک قریشی نوجوان حویرث بن فقید بھی تھا۔ اس بد بخت نے اس اونٹ کو ایک کچوکا دیا جس

پر حضرت فاطمہؓ اور اُمّ کلثومؓ سوار تھیں۔اونٹ بدک کر اچھل پڑا، جس سے دونوں زمین پر گر پڑیں اور یہ ناہنجار وہاں سے بھاگ نکلا۔

اس خبیث نے آپ ﷺ کو بھی بہت اذیتیں پہنچائی تھیں۔فتحِ مکہ کے دن یہ وہاں سے جان بچانے کے لیے مکہ چھوڑ کر بھاگ گیا؛ لیکن حضرت علیؓ نے اس کا تعاقب کیا اور پکڑ کر اسے موت کے گھاٹ اُتار دیا؛ کیونکہ فتحِ مکہ کے موقع پر جن چھ کافروں کو قتل کرنے کا حکم تھا ان میں یہ بد بخت بھی تھا۔

یہ قافلہ اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے آگے بڑھا، یہاں تک کہ منزلِ مقصود تک پہنچ گیا۔آپ ﷺ ان کے استقبال کے لیے خود تشریف لائے اور ان کے صحیح سالم پہنچ جانے پر خدا کے حضور سجدۂ شکر بجالائے اور پھر مسجدِ نبوی کے اردگرد اپنے اہل خانہ کے لیے جو حجرے بنوائے تھے، انہیں میں ان کو ٹھہرادیا۔(نساء حول الرسول: ص ۱۴۵، صحابیاتِ مبشرات: ص ۲۲۱، رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں: ص ۴۵)

نکاح

۲ھ میں غزوۂ بدر کے بعد جب کہ حضرت فاطمہؓ کی عمر اٹھارہ سال کے قریب تھی۔ ایک روایت کے مطابق پندرہ سال ساڑھے پانچ ماہ تھیں۔حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ اور دیگر اجلّۂ صحابہ نے حضرت فاطمہؓ کے لیے آپ ﷺ کو پیغامِ نکاح بھیجا؛ لیکن آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس بارے میں جو اللہ کا حکم ہوگا اس پر عمل کیا جائے گا۔چنانچہ ایک روایت کے مطابق چند انصاری صحابہؓ نے حضرت علیؓ کو اس کی ترغیب دی کہ آپ کے سامنے فاطمہ بنت محمد ﷺ ہے۔چنانچہ آپؓ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔آپ ﷺ نے پوچھا: کیسے آنا ہوا؟ حضرت علیؓ نے فرمایا: میرے سامنے فاطمہؓ کا تذکرہ ہوا تھا۔آپ ﷺ نے صرف مرحباً و اھلاً کہا، پھر حضرت علیؓ انصار کی جماعت کے پاس تشریف لائے،

جو اُن کے منتظر تھے اور جا کر آپ ﷺ کا جواب سنایا۔ انصار بولے: آپ ﷺ کے یہ کلمات بطور جواب کافی ہیں۔

یہ بھی روایت ہے کہ ان دنوں حضرت ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ اور سعد ابن ابی وقاصؓ نے مشورہ کیا کہ فاطمہؓ کے لیے کئی پیغامات حضور ﷺ کو پہنچے ہیں؛ لیکن آپ نے ایک بھی منظور نہیں فرمایا، اب علیؓ باقی ہے، جو رسول اللہ ﷺ کے جاں نثار، محبوب ہیں اور عم زاد بھی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ فقر و تنگ دستی کی وجہ سے پیغام نہیں بھیج پا رہے ہیں؛ کیوں نہ انہیں پیغام بھیجنے کی ترغیب دی جائے اور ضرورت ہو تو مدد بھی کی جائے۔ اس کے بعد یہ تینوں حضرت علیؓ کو ڈھونڈنے نکلے۔ حضرت علیؓ اس وقت جنگل میں اپنا اونٹ چرا رہے تھے۔ ان حضرات نے پورے خلوص کے ساتھ ان کو حضرت فاطمہؓ کے لیے پیغام بھیجنے کی ترغیب دی۔ ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت علیؓ کی خادمہ نے آپ کو پیغام نکاح دینے پر آمادہ کیا۔ (ان روایات میں باہم کوئی تضاد نہیں؛ اس لیے کہ ممکن ہے کہ ان سب نے حضرت علیؓ کی ذہن سازی میں حصہ لیا ہو)۔ اس وقت حضرت علیؓ کی عمر اکیس سال پانچ ماہ یا بائیس سال تھی۔ خود حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ: میری خادمہ نے ایک مرتبہ مجھ سے پوچھا کہ: کیا تمہیں معلوم ہے کہ فاطمہ کے رشتے کی بات ہو رہی ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ اس خادمہ نے کہا: آپ کیوں پیغام نہیں بھیجتے؟ میں نے کہا: میرے پاس کوئی مادّی چیز نہیں کہ جس کی بنیاد پر میں فاطمہ سے نکاح کروں۔ اس خادمہ نے کہا: آپ خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر تو دیکھیں، آپ کی درخواست ضرور قبول کرلی جائے گی۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں: وہ خادمہ مجھے بار بار امید دلاتی رہی، آخر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جا کر بیٹھا تو مارے شرم و حیا کے میری آواز بند ہوگئی۔ آپ ﷺ کی جلالت و ہیبت کے سامنے لب کشائی کی ہمت نہ کر سکا۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیوں آئے ہو؟ کوئی ضرورت ہو تو بتلاؤ۔ میں خاموش رہا، پھر آپ ﷺ

نے فرمایا: لگتا ہے تم فاطمہ کے رشتے کے لیے آئے ہو؟ میں نے سر جھکا کر اثبات میں جواب دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: مہر کی ادائیگی کے لیے کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا: جی نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ حطیمی زرہ کہاں گئی جو میں نے تمہیں دی تھی؟ عرض کیا: وہ تو موجود ہے، مگر میں اسے جنگ میں حفاظت کے لیے استعمال کرتا ہوں، اور وہ تو صرف چار درہم کی ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: بس وہ کافی ہے۔

اِدھر آپ ﷺ حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: علی تمہارا تذکرہ کر رہے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ شریف و پاکباز لڑکیوں کی طرح خاموش رہیں اور یہی سکوت نکاح پر اجازت سمجھا گیا۔ اُدھر حضرت علیؓ زرہ بیچنے کے لیے بازار گئے، راستے میں حضرت عثمان ملے تو انھوں نے چار سو اسّی درہم میں خرید لی اور وہ زرہ دوبارہ ہدیہ میں پیش کر دی۔ حضرت علیؓ نے وہ قیمت حضور ﷺ کے سپرد کر دی، آپ ﷺ نے کچھ روپے حضرت بلال کو دیے کہ وہ خوشبو خرید لائیں اور گھر کے سامان اور کپڑوں کی ذمہ داری حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ پر ڈالی۔ کچھ رقم حضرت اُمّ سلمہؓ کو دی؛ تاکہ اسے گھریلو اشیا کی تیاری میں صرف کریں۔ زرہ کے سوا اور جو کچھ حضرت علیؓ کا سرمایہ تھا وہ ایک بھیڑ کی کھال اور ایک بوسیدہ یمنی چادر تھی۔ حضرت علیؓ نے یہ سب سرمایہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی نذر کر دیا اور اپنے کمرے میں نرم پتھر بچھائے۔

پھر اپنے خادمِ خاص حضرت انسؓ کو حکم دیا کہ وہ ابوبکرؓ، عمرؓ، عبدالرحمٰنؓ اور دیگر مہاجرین و انصار صحابہ کو مدعو کریں۔ جب تمام صحابہ جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے مہاجرین و انصار! ابھی جبرئیل میرے پاس آئے اور یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المعمور میں فاطمہ کا نکاح اپنے خاص بندے علی سے کر دیا ہے اور مجھے حکم دیا کہ نکاح کی تجدید کر کے گواہوں کے روبرو ایجاب و قبول کراؤں۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا: اپنے نکاح کا خطبہ تم خود پڑھو۔ حضرت علیؓ شرماتے ہوئے باادب انداز میں

حکم کی تعمیل کے لیے کھڑے ہوئے اور جھجکتے ہوئے خطبہ دیا:

الحمد لله شکراً لانعمه و ایاده و اشهد ان لااله الا اللهُ شهادةً تبلُغهٗ و ترضیه و هذا محمد رسول اللّٰهِ زَوَّجُتَنِی ابنتَه فاطمة علی صداقٍ مبلغه اربع مأة درهم فاستمعُوا مایقول و اشهدوا.

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔اس کی نعمتوں اوراحسانات کاشکر بجال کرتے ہوئے ،اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ،ایسی گواہی جواس تک پہنچتی ہے اور رضا کا باعث بنتی ہے، یہ محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ کی شادی میرے ساتھ کی ہے اور مہر چار سو درہم طے پایا ہے۔اب حاضرین جو آپ ﷺ ارشاد فرمائیں اسے سنو اور گواہ رہنا۔

پھر آپ ﷺ نے بھی خطبۂ نکاح پڑھایا اور حضرت علیؓ سے فرمایا: میں نے چار سو مثقال چاندی مہر پر فاطمہ کو تمہارے نکاح میں دیا، کیا تمہیں منظور ہے؟ حضرت علیؓ نے قبول کیا،تو آپ ﷺ نے دعا دیتے ہوئے فرمایا:

”جَمَعَ اللّٰهُ بَینَکُمَا واعزّ وجدکما وبارك علیکما واخرج منکما کثیراً طیباً“

ترجمہ: اللہ تم میں جوڑ رکھے اور تمہارا نصیب اچھا کرے اور تمہیں برکت دے اور تم سے بہت اور پاکیزہ اولاد فرمائے۔

’تذکارِ صحابیات‘ میں ان الفاظ کے ساتھ دعا مذکور ہے:

”جمع الله شملکما و عزوجل کما و بارك علیکما و اخرج منکما کنزاً طیبا“

یعنی خدا تم دونوں کی پراگندگی جمع کرے اور تمہاری سعی مشکور ہو،تم پر برکت نازل کرے اور تم سے پاک اولاد پیدا ہو۔

پھر تمام صحابہ نے دعا کی اور حضور ﷺ نے ایک طبق چھوہارے حاضرین پر

لٹائے۔(نساء مبشرات بالجنۃ:ص۲۰۷-۲۰۸، نساء حول الرسول: ص۱۴۵،تذکارِ صحابیات: ص۱۲۷ تا ۱۲۹،طبقات:۸/۱۱)،رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں:ص۴۶، سیر الصحابیات:ص۹۵،طبعات اردو: ۸/۲۸،صحابیاتِ مبشرات:ص۲۲۳،ازواجِ مطہرات وصحابیات انسائیکلوپیڈیا:ص۲۸۲)

زمانۂ نکاح کے متعلق روایتوں میں اختلاف ہے۔بعض کے نزدیک یہ مبارک نکاح صفر۲ھ اور بعض کے نزدیک محرم یا رجب۲ھ میں ہوا اور بعض مورخین کا قول یہ ہے کہ نکاح جنگِ احد کے بعد اور حضرتِ عائشہ صدیقہؓ کی رخصتی کے ساڑھے چار ماہ بعد ہوا۔ بہرحال نکاح کے وقت اکثر اہلِ سیر کے نزدیک حضرت فاطمہؓ کی عمر تقریباً پندرہ سال کی تھی اور حضرت علیؓ کی عمر تقریباً اکیس سال کی تھی۔(تذکار صحابیات:ص۱۲۹)

حضرت فاطمہؓ کا جہیز

اب ایک نظر سردارِ دو جہاں ﷺ کی لختِ جگر جنتی عورتوں کی سردار کے جہیز کی طرف بھی فرمائیے آپ کے جہیز میں ایک بان کی چارپائی، ایک بستر مصری کپڑے کا جس میں اون بھری تھی اور ایک چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، پانی کا ایک مشکیزہ اور آٹا چھاننے کے لیے ایک چھلنی تھی، دو بازو بند نقرئی، ایک پیالہ، دو چکّیاں، دو چادریں، ایک جائے نماز، مٹی کے دو گھڑے اور ایک نقشی تخت یا پلنگ دیے گئے تھے۔(صحابیاتِ مبشرات:ص۲۲۴،طبقات ابن سعد:۸/۱۳،تذکار:ص۱۳۰)

حضور ﷺ نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے لیے کچھ فاصلے پر ایک مکان کرایہ پر لیا اور حضرت عائشہؓ اور حضرت اُمّ سلمہؓ پر یہ ذمہ داری عائد کی کہ وہ حضرت فاطمہؓ کے مکان کو صاف ستھرا کردیں۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ اس کام میں لگ گئیں۔ وادیٔ بطحا سے عمدہ مٹی منگوائی گئی اور مکان کی لیپ پوت کی اور جو سامان حضرت ابوبکرؓ خرید کر لائے تھے وہ سب ترتیب سے ہر جگہ رکھ دیا اور خرما و منقی سے خوراک تیار کی اور پینے کے لیے میٹھے

پانی کا انتظام کیا اور پھر انھوں نے گھر کے ایک کونے میں مضبوط لکڑی گاڑی تاکہ اس پر پانی کا مشکیزہ اور کپڑے لٹکا سکیں۔ (سنن ابن ماجہ: ص ۱۳۹ بحوالہ خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمہ: ۱۵۲)

حضرت فاطمہؓ کی رخصتی

رخصتی سے پہلے حضور ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو بلایا، اپنے سینۂ مبارک پر ان کا سر رکھا اور پیشانی پر بوسہ دیا، پھر حضرت فاطمہؓ کا ہاتھ حضرت علیؓ کے ہاتھ میں دیتے ہوئے فرمایا: اے علی! پیغمبر کی بیٹی تجھے مبارک ہو۔ اس کے بعد حضرت فاطمہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے فاطمہ! تیرا شوہر بہت اچھا ہے۔

پھر آپ ﷺ نے دونوں میاں بیوی کو فرائض و حقوقِ زوجیت بتائے اور خود دروازے تک وداع کرنے آئے۔ دروازے پر حضرت علی مرتضیٰؓ کے دونوں بازو پکڑ کر دوبارہ انہیں دعائے خیر دی۔ عشا سے قبل حضور ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو اُمّ ایمنؓ یا سلمیٰ اُمّ رافعؓ کے ساتھ سید السادات حضرت علیؓ کے گھر بھیج دیا۔ طبقات کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رخصتی کے وقت حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے علی! میرا انتظار کرنا۔ چنانچہ آپ ﷺ حسبِ وعدہ عشا کی نماز کے بعد خود ان کے یہاں تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہؓ سے پانی منگوایا، وہ ایک پیالے میں پانی لے کر آئیں، آپ ﷺ نے اس پیالے میں کُلّی کی اور دستِ مبارک ڈبویا اور اس پانی کو سینے اور سر پر پانی چھڑکا اور بارگاہِ ایزدی میں دعا کی: اَللّٰهُمَّ اِنِّی اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ اے اللہ! میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود کی شرارت سے محفوظ رکھنے کے لیے آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ اس کے بعد ان کے دونوں کاندھوں کے درمیان اس پانی کے چھینٹے دیے، پھر حضرت علیؓ سے پانی منگوایا اور اس میں کُلّی کر کے ان کے سر، سینے اور دونوں کاندھوں کے درمیان چھینٹے دیے اور وہی دعا دی جو اپنی لختِ جگر فاطمہ کو دی تھی۔ اس کے بعد یہ دعا فرما کر

واپس تشریف لے آئے: بِسۡمِ اللّٰه والبرکة . اپنی اہلیہ کے ساتھ رہو سہو۔تذ کارِ صحابیات میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اے فاطمہ! میں نے تمہاری شادی اپنے خاندان میں بہترین شخص سے کی ہے۔ (رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں: ص ۴۸، تذ کار صحابیات: ص ۱۳۱، طبقات ابن سعد اردو: ۸/۳۰)

حضرت فاطمہؓ کی شادی اس سادگی اور خوبصورتی کے ساتھ ہوئی کہ اس جیسی شادی اُن دِنوں اور کہیں نہ دیکھی گئی تھی۔ حضرت عائشہؓ حضرت فاطمہؓ کی شادی کے بارے میں فرماتی ہیں کہ: میں نے فاطمہ کی شادی جیسی خوبصورت شادی کبھی نہیں دیکھی۔

(سنن ابن ماجہ: ص ۱۳۹ بحوالہ خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمہؓ: ص ۱۵۷)

شادی کے بعد حضور ﷺ کے ایما پر حضرت علیؓ نے ولیمہ کروایا، جس میں پنیر، کھجور، جو کی روٹی اور مینڈھے کا گوشت تھا۔ حضرت اسماء بن عمیسؓ فرماتی ہیں کہ: یہ اُس وقت کا سب سے شاندار اور بہترین ولیمہ تھا۔ احمد خلیل جمعہ کے مطابق: حضرت حمزہؓ نے ولیمہ میں اونٹ کا گوشت پیش کیا تھا اور طبقات کی ایک روایت کے مطابق حضرت سعدؓ نے دنبہ کا گوشت پیش کیا تھا۔ (تذ کارِ صحابیات: ص ۱۳۱، رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں: ص ۵۲)

حضرت علیؓ ایک نظر میں

اسم گرامی: علی۔ والد کا نام: ابوطالب۔ کنیت: ابوالحسن اور ابوالتراب۔ بچوں میں آپؓ سب سے پہلے ایمان لائے۔ نبی ﷺ کے چچازاد بھائی، پروردہ اور داماد تھے۔ آپؓ کی اٹھائیس اولادیں: گیارہ صاحبزادے اور سترہ صاحبزادیاں تھیں۔ آپؓ منجملہ عشرۂ مبشرہ میں سے ایک تھے۔ ہجرت کے بعد نبی کریم ﷺ نے اپنا بھائی بنایا تھا۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شریک رہے اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد آپؓ کو خلیفہ بنایا گیا۔ مدتِ خلافت چار سال نو ماہ اور چند دن رہی اور ۴۰ھ میں شہید کیے گئے۔

گھر کے کام کی تقسیم

حضرت علیؓ کے پاس کوئی خادم نہیں تھا، گھر کا کام دونوں میاں بیوی مل کر کر لیتے تھے۔ حضور ﷺ نے ان کا کام اس طرح تقسیم فرمادیا تھا کہ حضرت فاطمہؓ گھر کے اندر کے کام انجام دیں مثلاً آٹا گوندھنا، کھانا پکانا، بستر بچھانا، جھاڑو دینا وغیرہ اور حضرت علیؓ گھر کے باہر کے کام کیا کریں۔

ابوداؤد شریف میں ہے کہ: سردارِ دو جہاں ﷺ کی صاحبزادی چکی خود پیستی تھیں اور ہانڈی خود پکاتی تھیں، جھاڑو خود دیتی تھیں۔ (رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں: ص ۵۶)

بیٹی کا فراق

حضرت فاطمہؓ کا گھر کچھ فاصلے پر تھا جس کی وجہ سے آپ ﷺ کو آمد و رفت میں قدرے دقت ہوتی تھی۔ ایک دن آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا: بیٹی! میں چاہتا ہوں کہ تم کو قریب بلالوں۔ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا: حارثہ بن نعمان کا کوئی گھر دلوادو۔ چونکہ حارثہ بن نعمان کے بہت سے مکانات مسجدِ نبوی کے اردگرد تھے، مگر اس سے قبل وہ کئی مکانات آپ ﷺ کی نذر کر چکے تھے، لہٰذا آپ ﷺ نے فرمایا: اب ان سے کہنے میں شرم آتی ہے۔ جب یہ بات حارثہ بن نعمانؓ کو پہنچی تو وہ دوڑے دوڑے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: یارسول اللہ! آپ فاطمہ کو قریب لانا چاہتے ہیں، آپ کے متصل جو مکان ہے میں اس کو خالی کر دیتا ہوں، آپ فاطمہ کو اس میں بلا لیجیے اور فرمایا: میرے آقا! میرا جان مال آپ پر قربان ہیں، خدا کی قسم! جو چیز بھی آپ مجھ سے طلب کرنا چاہیں، مجھے اس کا آپ کے پاس رہنا میرے پاس رہنے کے مقابلہ میں زیادہ محبوب ہے۔ حضور ﷺ خوش ہوئے اور جواباً ارشاد فرمایا: تم سچ کہتے ہو، اللہ تمہیں

خیر و برکت عطا کرے۔اس کے بعد حضرت فاطمہؓ کا شانۂ نبوت کے قریب ہی رہائش پذیر ہوگئیں۔(نساء مبشرات بالجنہ:ص۲۰۹،تذکارِ صحابیات:ص۱۳۱)

غزوات میں شرکت

حضرت فاطمہؓ جس طرح عبادت وریاضت میں ہمہ وقت مشغول رہتیں،اسی طرح ضرورت پڑنے پر آپؓ جہاد میں بھی شرکت سے پیچھے نہ ہٹتیں۔۳ھ میں جب غزوۂ احد پیش آیا تو حضرت فاطمہؓ بھی ان مجاہدہ عورتوں کے ساتھ شریک تھیں، جو مجاہدین کو پانی پلانے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کی خدمت پر مامور تھیں۔اس غزوے میں جب حضور اکرم ﷺ زخمی ہوئے تھے تو حضرت فاطمہؓ ہی نے فوراً حاضر ہوکر زخموں کو پانی سے صاف کیا؛لیکن خون تھا کہ رُکنے کا نام نہیں لے رہا تھا،اس پر حضرت فاطمہؓ نے چٹائی کا ٹکڑا جلا کر اس کی راکھ سے زخموں کو بھر دیا جس سے خون تھم گیا۔

حضرت فاطمہؓ کے غزوۂ احد کے اس کردار کو حضرت سہل بن سعدؓ نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ: نبی کریم ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوگئے اور خود کی کڑیاں آپ کے چہرۂ انور میں پیوست ہوگئیں،خون بہتا جارہا تھا،حضرت فاطمہؓ آپ ﷺ کے چہرے سے خون صاف کررہی تھیں اور علیؓ اس پر پانی ڈال رہے تھے،جب فاطمہؓ نے دیکھا کہ خون بڑھتا ہی جارہا ہے تو ٹاٹ کا ایک ٹکڑا لیا اور اسے جلا کر راکھ ان زخموں میں بھر دی، جس سے خون بند ہوگیا۔اس غزوہ میں حضرت حمزہ بھی شہید ہوئے تھے جن کی نعش کا بڑی بے دردی سے مثلہ کیا گیا تھا،اس سے حضرت فاطمہؓ کو بڑا رنج ہوا۔آپ کا معمول تھا کہ اکثر وہ اپنے چچا کی قبر پر حاضر ہوکر رو رو کر ان کے لیے دعا کرتیں۔

اسی طرح آپؓ غزوۂ خندق اور غزوۂ خیبر میں بھی شریک تھیں۔غزوۂ خیبر میں ہاتھ آنے والے غنیمت کے مال میں سے حضور ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو پچاسی وسق ستو

عنایت فرمایا تھا۔

فتح مکہ میں شرکت

حضرت فاطمہؓ فتحِ مکہ میں نہ صرف شریک تھیں؛ بلکہ اس میں ان کا بڑا کردار رہا تھا۔ اثنائے راہ جب ابوسفیان امان کے لیے مختلف حضرات سے مایوس ہوکر حضرت فاطمہؓ کے پاس آئے تو حضرت فاطمہؓ نے بھی امان دینے سے انکار کردیا تھا، ابوسفیان نے کہا کہ: کم ازکم اپنے بیٹے حسن کو حکم دو کہ وہ مجھے امان دے دے، حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ: وہ ابھی اتنا بڑا نہیں ہے کہ آپ کو امان دے سکے۔ چنانچہ ابوسفیان وہاں سے نامراد لوٹے۔

جب حضور ﷺ فاتحانہ مکہ میں داخل ہوئے تو اپنی چچازاد بہن حضرت اُمّ ہانی کے گھر قیام فرمایا۔ حضرت اُمّ ہانی بنت ابی طالب فرماتی ہیں کہ: میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، چاشت کا وقت تھا، آپ غسل فرمارہے تھے اور حضرت فاطمہؓ ایک کپڑے سے آپ کو پردہ کیے ہوئے تھیں۔ میں نے سلام کیا، تو آپ نے دریافت فرمایا: کون ہے؟ میں نے کہا: اُمّ ہانی ہوں، پھر آپ غسل سے فارغ ہوئے اور آٹھ رکعت نماز ادا کی۔

شہدائے موتہ پر بہتی آنکھیں

اسی طرح آپ ﷺ نے ایک لشکر موتہ کی جانب روانہ فرمایا جس میں تین سپہ سالار: حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ شہید ہوئے۔ جب یہ خبر حضرت فاطمہؓ کو پہنچی تو آپ بہت زیادہ رنجیدہ ہوئیں اور اپنے چچازاد بھائی جعفر بن ابی طالب کو یاد کرکے بہت روئیں اور واعـمّـاہ! ہائے میرے چچا! پکاررہی تھیں۔ آپ ﷺ تشریف لائے تو فرمایا: جعفر جیسے لوگوں پر رونے والوں کو رونا چاہیے۔

(نساء مبشرات بالجنہ: ص۲۱۳)

وصالِ نبوی سے کچھ دن پہلے

وصال سے کچھ دن پہلے حضرت فاطمہؓ حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف لے گئیں۔ آپ ﷺ نے محبت کے ساتھ ان کو اپنے پاس بٹھایا اور رازدارانہ گفتگو فرمائی۔ پہلی مرتبہ آہستہ سے کان میں ایک بات کہی تو آپ رونے لگیں، پھر کچھ اور بات کہی تو آپ ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ وہاں سے تشریف لے گئے تو میں نے حضرت فاطمہؓ سے اس سرگوشی کے متعلق دریافت کیا تو فاطمہ نے کہا: جس کو آپ ﷺ نے پوشیدہ رکھا میں اس کا افشا نہیں کرنا چاہتی۔

اس کے بعد جب آپ ﷺ اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے، تو میں نے دوبارہ حضرت فاطمہؓ سے اس کے بارے میں اس حق کی قسم دلا کر پوچھا، جو میرا ان پر ہے، تو حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ: حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جبرئیلِ امین ہر سال ایک مرتبہ قرآن کا دور کیا کرتے تھے؛ لیکن اس سال دو مرتبہ قرآن سنا اور سنایا، میں اس سے یہ سمجھتا ہوں کہ اب دنیا سے رحلت کا وقت قریب ہے۔ اے فاطمہ! اللہ سے خوف کھانا اور صبر کو تھامے رکھنا، میں تیرے لیے بہترین پیش رو بنوں گا۔ اس پر میں رونے لگی، جب آپ ﷺ نے میری گھبراہٹ اور پریشانی دیکھی تو دوبارہ سرگوشی فرمائی کہ: تم اہلِ بیت میں سب سے پہلے مجھ سے ملوگی اور تم جنت کی عورتوں کی سردار ہوگی۔ اس بات سے میں خوش ہو کر ہنس پڑی۔

ابنِ عباسؓ کی ایک روایت میں ہے کہ جب اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو بلا کر ارشاد فرمایا: مجھے میری وفات کی خبر دی گئی ہے۔ یہ سن کر حضرت فاطمہؓ رونے لگیں تو آپ ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا کہ: مت رو! تم مجھے سب سے پہلے آ کر ملوگی، تو وہ ہنسنے لگیں۔ (سیر اعلام النبلا: ۲/۱۳۲ بحوالہ نساء مبشرات بالجنہ: ص۲۲۲)

وفات سے پہلے آپ ﷺ پر بار بار غشی طاری ہوتی تو حضرت فاطمہؓ کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا اور غم وحسرت سے فرماتیں: واکرب اباہ! ہائے میرے والد کی بے چینی! حضور ﷺ نے سنا تو فرمایا: تمہارا باپ آج کے بعد کبھی بے چین نہیں ہوگا۔

(تذکارِ صحابیات: ص۱۴۱، بناتِ اربعہ: ص۲۸۲، تذکارِ صحابیات: ص۱۷۰، صور من سیر الصحابیات: ص۴۴)

وفاتِ حبیب اور حضرت فاطمہؓ

حضرت فاطمہؓ مشہور روایت کے مطابق اُنتیس سال کی تھیں کہ ۱۲/ربیع الاول پیر کے دن آپ ﷺ اس دنیا سے پردہ فرما گئے۔ حضرت فاطمہؓ کو اس پر جتنا رنج ہوسکتا تھا ہوا۔ یہ سانحہ آپ کے لیے ناقابلِ برداشت تھا، مگر محبوب والد کی وصیت ''دامنِ صبر کو تھامے رکھنا'' پر آپ نے عمل کیا اور فرطِ غم کے باعث منہ سے صرف یہ جملے نکلے: جبرئیل نے آپ کو وفات کا پیغام دیا، میرے ابو نے اپنے رب کی دعوت پر لبیک کہا اور پروردگار نے انہیں بلا لیا۔ اے ابا جان! آپ فردوسِ بریں میں داخل ہوئے۔ پھر دعا مانگی: یا الٰہی! روحِ فاطمہ کو روحِ محمد کے پاس پہنچا دے، خدایا! مجھے رسول کے دیدار سے سرفراز کر دے، الٰہی! بہ روزِ محشر ان کی سفارش سے محروم نہ فرما۔ ابن سید الناس لکھتے ہیں کہ پھر آپ نے چند اشعار پڑھے:

اغبرّ افاق السماء و کورت شمس النهار واظلم العصران

آسمان کے کنارے غبار آلود ہوگئے اور بے نور ہوگیا، دن کا چاند اور دونوں زمانے اندھیرے میں آ گئے۔

اارض من بعد النبیّ کئیبة اَسفًا علیه کثیرة الرجفان

زمین نبی ﷺ کے بعد مٹی کا ڈھیر ہے۔ اس پر غم وحزن ہے انتہائی بے کلی والا۔

فلیبکه شرق البلاد و غربها ولیبکه مضر و کل یمانی

آپ ﷺ پر مشرق ومغرب کے تمام ملک روئیں اور آپ ﷺ پر مضر اور یمنی روئیں۔

ولیبکہ منطود الاشم وجوھه　　　　کالبیت و الاستار و الارکان

اور آپ ﷺ پر سردار روئیں، کعبہ کے پردے اور ارکان روئیں۔

یا خاتم الرسُل المبارك وجهه　　　　صلی علیك منزل القرآن

اے رسولوں کے خاتم! جن کا چہرہ مبارک ہے، آپ ﷺ پر قرآن نازل کرنے والا رب رحمت نازل فرمائے۔

حضرت فاطمہؓ کی طرف آپ ﷺ کی یاد میں یہ اشعار بھی منسوب ہیں:

ماذا علی مَن شمَّ تربة احمد　　　　الا یشمّ مدی الزمان غوالیا

اس شخص کو کیا ہے جس نے احمد کی مٹی سونگھی ہو، کہ وہ لمبے زمانے تک کوئی مٹی نہ سونگھے۔

صُبّت علیّ مصائبٌ لو انّها　　　　صُبّت علی الایام عُدنَ لَیَالیا

مجھ پر جو مصیبتیں آئی ہیں اگر وہ دنوں پر آتیں تو وہ رات بن جاتے۔

اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے آپ کی قبر مبارک پر یہ اشعار پڑھے:

انّا فقدناك فقد الارض وابلها　　　　وغاب مذغبت عنّا الوحی والکتبُ

ہم نے تمہیں زمین کے بارش کو کھودینے کی طرح کھودیا اور جیسے ہی تم جدا ہوئے ہم سے وحی اور کتابیں جدا ہوگئیں۔

فلیت قبلك كان الموت صادفنا　　　　لما نعیت وحالت دونك الكثب

کاش کہ تم سے پہلے ہمیں موت آجاتی۔ تمہیں موت کا پیغام نہ آتا اور تمہارے بدلے ٹیلے ختم ہوجاتے۔

تجہیز و تکفین کے بعد صحابہؓ حضرت فاطمہؓ کے پاس تعزیت کے لیے تشریف لائے، تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہی ہیں؛ مگر نہ واویلا نہ نوحہ، بس فرطِ غم میں خادمِ رسول ﷺ حضرت انسؓ سے اتنا فرمایا: اے انس! آپ ﷺ

کے جسم مبارک پر مٹی ڈالنا تم کو کیسے گوارا ہوسکا اور کس طرح تم نے ان پر مٹی ڈالی۔ حضرت فاطمہؓ کو وفاتِ رسول سے اتنا گہرا صدمہ پہنچا تھا کہ ابنِ اثیر نے اسد الغابۃ میں نقل کیا ہے: آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؓ کو کسی نے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔

(تذکارِ صحابیات: ص ۱۷۲، بناتِ اربعہ: ص ۲۸۵، نساء مبشرات بالجنہ: ص ۲۲۲، خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمہؓ: ص ۲۰۳)

حضرت فاطمہؓ اور دورِ صدیقی

آپ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنائے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ بھی آپؓ کا بڑا اکرام کرتے اور وقتاً فوقتاً آپؓ کی خبر گیری فرماتے رہتے۔ چونکہ آپ ﷺ کی مقامِ فدک پر بہت سی زمینیں تھیں، جو آپ ﷺ نے اس شرط پر دے رکھی تھی کہ جو پیداوار ہو وہ نصف میری ہوگی۔ اس میں سے کچھ اپنے عیال پر خرچ فرماتے، جو بچ رہتا اس کو فقرا، غربا اور مسافروں پر صرف فرماتے۔ وفات کے بعد حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ اور حضرت فاطمہؓ وغیرہ نے بطور میراث حضرت ابوبکرؓ سے اس کا مطالبہ کیا جو مال فئی کے طور پر آپ ﷺ چھوڑ گئے تھے، تو حضرت ابوبکرؓ نے جواباً ارشاد فرمایا: اے فاطمہ! میں رسول کے اعزہ کو اپنے اعزہ سے زیادہ عزیز سمجھتا ہوں؛ لیکن انبیا کی میراث کل کی کل صدقہ ہوتی ہے اور اللہ کی راہ میں مسلمانوں پر وقف ہوتی ہے اور اس میں میراث نہیں چلتی؛ اس لیے میں اس جائیداد کو تقسیم نہیں کرسکتا۔ ہاں! البتہ جو حصہ آپ کو پہلے ملتا تھا وہ بدستور آپ کو ملتا رہے گا۔ یہ تسلی بخش جواب سن کر وہ خاموش ہوگئیں اور پھر کبھی مطالبہ نہیں کیا۔

(بناتِ اربعہ: ص ۲۸۶، طبقات اردو: ۳۴/۸)

نوٹ: فدک کے بارے میں ہونے والے اعتراضات اور جوابات کی تفصیل کے لیے 'بناتِ اربعہ' از مولانا نافع گل اور 'خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمہ' از مولانا اقبال رنگونی ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت فاطمہؓ کا ابوبکر سے خوش ہونا

ابتداءً میراث کے مسئلے پر حضرت فاطمہؓ کو رنج ہوا کہ باپ کی یادگار نہ مل سکی؛ مگر بعد میں وہ راضی ہوگئی تھیں۔ طبقات کی یہ روایت اس پر شاہدِ عدل ہے کہ حضرت فاطمہؓ بعد میں حضرت ابوبکرؓ سے راضی ہوگئی تھیں۔

بعض روایات میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ سخت بیمار ہوئیں، حضرت ابوبکرؓ عیادت کے لیے تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: فاطمہ! ابوبکر آئے ہیں اور اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا: کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں ان کو اجازت دوں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ چنانچہ اجازت دی۔ حضرت ابوبکرؓ اندر تشریف لائے اور بیمار پرسی کے بعد اس قسم کے جملوں سے حضرت فاطمہؓ کو منانے لگے: خدا گواہ ہے، میں نے اپنا گھر بار، اہل وعیال، قوم وقبیلہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا جوئی کے لیے اور تم اہلِ بیت کی خوشنودی کے لیے چھوڑا وغیرہ وغیرہ، پھر حضرت ابوبکرؓ ان کو راضی کرتے رہے، یہاں تک کہ وہ راضی ہوگئیں۔ (نساء مبشرات بالجنہ: ص۲۲۴، طبقات ابن سعد: ۸/ ۱۷)

حضرت فاطمہؓ اور حضرت ابوبکرؓ کے تعلقات نہایت ہی خوشگوار تھے، یہ واقعہ اس پر شاہدِ عدل ہے: ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے گئیں اور حضرت ابوبکرؓ کو ایک خاص بشارت سنائی کہ نبی ﷺ نے میرے حق میں یہ بشارت سنائی تھی کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد اہلِ بیت میں سے پہلی شخصیت میں ہوں جو آپ کے ساتھ لاحق ہوں گی۔ (بنات اربعہ، ص۲۶۰)

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت فاطمہؓ حضور ﷺ کو بہت پیاری تھیں اور اسی تعلق کی بنا پر آپ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں اور آپ نے یہ بات حضرت فاطمہؓ سے

فرمائی تھی: یـا فـاطـمة! والـلّـه مـا رأيت احد أحب إلى رسول الله منك والله مکان أحمد من الناس بعد ابيك أحب إلى منك ۔(مستدرک:۳/ ۱۶۸بحوالہ خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمہؓ:ص۱۸۴)

حضرت فاطمہؓ کا حضرت علیؓ کو نکاح کی وصیت کرنا

حضرت فاطمہؓ کو یقین تھا کہ آپ ﷺ کے اس دنیا سے رحلت فرما جانے کے بعد اب جلد ہی آپ ﷺ سے ملاقات ہوگی، لہٰذا حضرت فاطمہؓ نے حضرت علیؓ کو اپنے آخری ایام میں وصیت فرمائی کہ میرے انتقال کے بعد میری بھانجی امامہ بنت ابی العاصؓ سے نکاح کرلینا۔حضرت فاطمہؓ کا انتقال ہوگیا تو حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی وصیت کے مطابق ان سے نکاح کرلیا۔(بنات اربعہ:ص۲۹۱)

وفات

نبی کریم ﷺ کے پردہ فرما جانے کے بعد آپ بڑی مغموم رہا کرتی تھیں، غم وفکر کی وجہ سے بدن بھی نحیف ہوچکا تھا، اور بیماری بھی لاحق ہوگئی، حضرت اسماء بنت عمیسؓ — جوکہ حضرت جعفرؓ کی بیوی تھیں اوران کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے نکاح میں آئیں — آپ کی خدمت کرتی تھیں۔ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ نے ان کو بلاکر فرمایا: میرے جنازے میں اور تدفین کے وقت پردہ کا مکمل اہتمام کرنا، تمہارے (اسماء بنت عمیسؓ) اور میرے شوہر علی کے علاوہ کسی کو میرے غسل میں شریک نہ کرنا اور تدفین کے وقت زیادہ ہجوم نہ ہونے دینا۔اس وقت حضرت اسماءؓ نے ہجرتِ حبشہ کے زمانے کا حال سناتے ہوئے عرض کیا: اے بنتِ رسول! میں نے حبشہ میں دیکھا ہے کہ وہ لوگ جنازہ کو درخت کی شاخیں باندھ کر اوپر سے محراب نما بناتے ہیں اوراس پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔چنانچہ حضرت فاطمہؓ

کے ایما پر حضرت اسماءؓ نے شاخیں جمع کیں اور جنازہ تیار کر کے حضرت فاطمہؓ کو دکھایا۔ اس کو دیکھ کر حضرت فاطمہؓ کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی اور یہ پہلی مسکراہٹ تھی جو حضور ﷺ کے انتقال کے بعد آپؓ کے چہرے پر دیکھی گئی۔ (خاتونِ جنت حضرت فاطمہؓ: ص۲۱۲)

مسندِ احمد میں حضرت اُمّ سلمہؓ سے روایت ہے کہ جس مرض میں حضرت فاطمہؓ کی وفات ہوئی، میں ان کی تیمارداری کرتی تھیں۔ ایک دن صبح کے وقت مجھ سے فرمایا: اے ماں! میرے لیے غسل کا پانی رکھ دو، میں نے حکم کی تعمیل کی، پھر انہوں نے اچھی طرح غسل کر کے مجھ سے نئے کپڑے طلب کیے اور اس کو زیب تن فرمالئے، پھر مجھ سے فرمایا کہ: میرا بستر بیچ گھر میں بچھا دو، میں نے اسی طرح کیا، اس کے بعد وہ قبلہ رُخ اپنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ کر لیٹ گئیں اور مجھ سے فرمایا کہ: اے ماں! اب میری جان جاتی ہے، میں نے غسل کر لیا ہے، مجھے کوئی نہ کھولے۔ چنانچہ اسی وقت جان بحق ہو گئیں۔ حضرت علیؓ اس وقت موجود نہ تھے، وہ تشریف لائے تو میں نے ان کو خبر دی۔ 'اسد الغابہ' میں بھی اس واقعہ کو 'تذکرہ اُمّ سلمہ' میں ذکر کیا گیا ہے؛ لیکن علما اس کو صحیح نہیں مانتے کہ وفات سے پہلے جو غسل کیا تھا اسی کو کافی سمجھا گیا؛ بلکہ صحیح یہی ہے کہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ اور حضرت علیؓ نے بعدِ وفات غسل دیا۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی 'الاصابہ' میں اس کو بعید تسلیم کیا ہے کہ وفات سے پہلے کے غسل پر اکتفا کیا گیا ہو۔ (رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں: ص۸۱)

اس طرح آپ ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق چھ مہینے بعد جب کہ آپ کی عمر اٹھائیس یا اُنتیس سال کی ہوئی، ۳؍رمضان المبارک ۱۱ھ منگل کی شب آپ نے اس دارِ فانی کو الوداع کہا۔

بعض لوگوں نے وفات کے وقت آپ کی عمر پینتیس سال بتائی ہے، اگر اسے صحیح مانا جائے کہ رسولِ خدا ﷺ کی عمر شریف کے پینتیسویں برس ان کی ولادت ہوئی تھی تو ۱۱ھ سنِ وفات ماننے کی صورت میں ۲۸-۲۹؍سال کے درمیان ان کی عمر ہوتی ہے؛

لیکن اگر وفات کے وقت پینتیس سال کی عمر مانیں تو حضرت فاطمہؓ کی ولادت کے وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک اُنیس برس ہونا لازم آتا ہے؛ لیکن یہ کسی کا قول معلوم نہیں ہوتا۔ 'الاستیعاب' میں بھی ایک ایسا واقعہ لکھا ہے جس سے ۳۵؍ برس والے قول کی تردید ہوتی ہے۔ (رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں: ص۸۰، طبقات ابن سعد: ۸/۳۴)

حضرت فاطمہؓ کی وفاتِ حسرت آیات پر صحابہؓ کی حالت

حضرت فاطمہؓ کے انتقال پر صحابہؓ کے رنج وغم کی انتہا نہ رہی، لوگوں پر اس طرح حیرت اور وحشت طاری ہوئی جس طرح آپ ﷺ کے وصال پر طاری ہوئی تھی۔ چونکہ حضرت فاطمہؓ آپ کی بلا واسطہ آخری اولاد تھیں، حضرت فاطمہؓ آپ ﷺ کی آخری نشانی تھیں، اب صرف ازواجِ مطہرات ہی باقی تھیں؛ اس لیے تمام صحابہؓ اس صدمہ سے نڈھال اور بے حد غمگین تھے اور ہر صحابی کی خواہش تھی کہ وہ جنازہ میں شریک ہوکر اس نعمتِ عظمیٰ سے بہرہ ور ہو۔ (بنات اربعہ: ص۲۹۶)

تجہیز وتکفین

حضرت فاطمہؓ کی وصیت کے مطابق حضرت اسماءؓ نے آپ کے غسل کا انتظام فرمایا اور آپ ﷺ کے غلام ابو رافع کی بیوی سلمیٰؓ اور اُمّ ایمنؓ وغیرہ نے غسل میں ساتھ دیا اور حضرت علیؓ ان تمام امور کی نگرانی کرتے رہے۔

حافظ ابنِ حجرؒ نے ابنِ فتحون کے حوالہ سے لکھا ہے کہ: یہ بات بعید تر ہے کہ حضرت اسماءؓ نے حضرت علیؓ کے ساتھ مل کر غسل دیا ہو۔ چونکہ وہ غیر محرم تھیں اور دوسری بات احناف کے نزدیک شوہر اپنی بیوی کو وفات کے بعد غسل نہیں دے سکتا، دونوں اشکالوں کا جواب اس طرح ہوسکتا ہے کہ حضرت علیؓ پردہ ڈال کر پانی دیتے جاتے ہوں اور حضرت اسماءؓ غسل

دیتی جاتی ہوں اور کوئی عورت مدد کے لیے بلالی ہو۔ (رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں: ص ۸۰)

آخری دیدار

حضرت فضیہؓ بھی آپ کے غسل دینے میں شریک تھیں، وہ فرماتی ہیں کہ: جب جنازہ تیار ہو گیا تو حضرت علیؓ نے اہلِ خانہ کو اس طرح آواز دی: ''اے اُمّ کلثوم! اے زینب! اے فضیہ! اے حسن وحسین! آؤ اور اپنی والدہ کی آخری زیارت کرلو، آج ان کی جدائی ہو رہی ہے اور اب آئندہ جنت ہی میں ملاقات ہوگی۔ (سیرتِ فاطمہ الزہراء: ص ۲۸۰)

حضرت فاطمہؓ کا جنازہ اور شیخین کی شمولیت

تجہیز وتکفین کے بعد جب نمازِ جنازہ کا مرحلہ پیش آیا، رات کا وقت تھا، وہاں موجود تمام صحابہؓ جنازہ میں شریک تھے، جن میں شیخین بھی شامل تھے۔ حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا: آپ خلیفۂ رسول ﷺ ہیں، آپ کی موجودگی میں بھلا کون نمازِ جنازہ کے لیے پیش قدمی کرسکتا ہے۔ آپ آگے بڑھیے اور نمازِ جنازہ پڑھائیے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے چار تکبیروں کے ساتھ حضرت فاطمہؓ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ کی نمازِ جنازہ حضرت عباسؓ یا خود حضرت علیؓ نے پڑھائی۔ قبر مبارک میں حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ اور حضرت فضل ابن عباسؓ اترے، رات کے وقت تمام تر وصیتوں کی پاسداری کے ساتھ جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

واقدی فرماتے ہیں: میں نے عبدالرحمٰن ابن ابی الموالی سے پوچھا، لوگ کہتے ہیں: حضرت فاطمہؓ کی قبر جنت البقیع میں ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ حضرت عقیل ابن ابی طالب کے مکان کے ایک گوشے میں دفن کی گئیں، ان کی قبر اور راستے کے درمیان سات ہاتھ کا فاصلہ ہے۔ (نساء مبشرات بالجنہ: ص ۲۲۶، بنات اربعہ: ص ۳۰۰-۳۰۱، طبقات

ابن سعد:۸/۱۰، رسول اللہ کی صاحبزادیاں:ص:۸۰)

حضرت فاطمہؓ کے مزارِ مبارک کے متعلق مؤرخین کے درمیان اختلاف رہا ہے؛ مگر راجح قول یہی ہے کہ دارِ عقیل کے ایک گوشے میں مدفون ہوئیں۔ عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس بارے میں کسی کو شک کرتے نہیں دیکھا کہ فاطمہؓ کی قبر اس مقام پر واقع ہے اور سب سے زیادہ معروف مقام جنت البقیع ہے۔ (خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمہ:ص ۲۱۵)

حضرت فاطمہؓ کی وفات اور حضرت علیؓ

حضرت علیؓ نے آپ کی حیات میں کسی سے اور نکاح نہیں کیا۔ آپ کو حضرت فاطمہؓ سے بے حد محبت تھی اور حضرت فاطمہؓ بھی حضرت علیؓ کا بڑا احترام کرتی تھیں۔ حضرت علیؓ کو ان کے انتقال پر بڑا رنج و ملال ہوا، جب تدفین سے لوٹے تو شدتِ غم و اندوہ کی کیفیت آپ کی زبان سے یہ اشعار نکلے۔

لکل اجتماع من خلیلین فرقة

وکل الذی دون الفراق قلیل

ہر یک جائی کے بعد دوستوں سے مفارقت ہو کر رہتی ہے، اور وہ زمانہ جو مفارقت کے سوا ہوتا ہے تھوڑا ہوتا ہے۔

وان افتقادی فاطماً بعد احمد

دلیل علی ان لا یدوم خلیل

حضور ﷺ کے بعد فاطمہؓ کی مفارقت اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی دوست ہمیشہ ساتھ نہیں رہتا۔ (نساء مبشرات بالجنہ:ص:۲۲۶)

حضرت فاطمہؓ کی اولاد

آپ کی خصوصیت ہے کہ آپ ﷺ کی صاحبزادی سے جو نسل چلی وہ آپ ہی کی

نسل سمجھی گئی۔حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ نے میرے علاوہ جو بھی نبی بھیجا اس کی ذرّیت اس کی پشت سے جاری فرمائی اور میری ذرّیت علیؓ کی پشت سے جاری فرمائی۔حضرت فاطمہؓ کی چھ اولاد تھیں: حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت محسنؓ، حضرت اُمّ کلثوم، حضرت زینب اور حضرت رقیہ۔ان میں سے محسن اور رقیہ بچپن ہی میں وفات پا گئے۔(تذکارِ صحابیات: ص۱۴۳)

سب سے پہلے بیٹے کی ولادت شعبان ۳ھ میں ہوئی، رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ بہت خوش ہوئے اور انھیں دیکھنے کے لیے حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لائے اور ان کا نام حسن رکھا، کان میں اذان دی، ساتویں دن عقیقہ کیا، بال منڈوائے اور بال کے برابر چاندی کا صدقہ کیا۔شعبان ۴ھ میں دوسرا بیٹا پیدا ہوا، تو آپ ﷺ نے ان کا نام حسین رکھا اور وہی امور انجام دیے، جو حضرت حسن کی ولادت کے موقع پر کیے تھے۔ ان دونوں صاحبزادوں سے آپ ﷺ کو بڑی محبت تھی، ان کے بارے میں آپ نے فرمایا:"رَیحانتای من الدنیا" یہ دونوں میرے پھول ہیں، نیز یہ بھی فرمایا:"سَیّدا شباب اھل الجنّۃ" یہ دونوں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں، یہ محبت دن بدن بڑھتی گئی۔اور کیوں نہ بڑھتی کہ دونوں حضور ﷺ سے صورت و سیرت میں بے حد مشابہت رکھتے تھے۔حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ: حسنؓ سینے سے پیر تک آپ ﷺ کے مشابہ ہیں، اور حسین سینے سے نیچے تک حضور ﷺ کے مشابہ ہیں۔(رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں: ص۵۴)

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ ایک مرتبہ رات کے وقت نکلے اور آپ کی چادر کے نیچے پشت پر کچھ چھپا ہوا تھا، میں نے عرض کیا: یہ کیا ہے؟ آپ نے چادر ہٹائی تو اس میں حضرت حسین آپ کی پشت پر سوار تھے، فرمایا: یہ میرے اور میری بیٹی کے بچے ہیں۔اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت فرما، اور جو اِن سے محبت کرے تو انھیں بھی محبوب بنالے۔

پہلی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا۔

حضرت فاطمہؓ کی دوسری صاحبزادی حضرت زینبؓ تھیں، جن کی ولادت ۵ھ میں ہوئی۔ ان کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے ہوا تھا، جن سے دو صاحبزادے عبداللہ اور عون پیدا ہوئے۔

تیسری صاحبزادی حضرت اُمّ کلثومؓ تھیں، جن کی ولادت ۷ھ میں ہوئی، ان کا پہلا نکاح امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطابؓ سے ہوا، جن سے ایک صاحبزادے حضرت زید اور ایک صاحبزادی حضرت رقیہ پیدا ہوئیں۔ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد حضرت عون بن جعفرؓ سے نکاح ہوا، ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ پھر ان کے انتقال کے بعد ان کے بھائی محمد بن جعفرؓ سے نکاح ہوا، ان سے ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں جو بچپن میں وفات پا گئیں۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت عبداللہ بن جعفر سے نکاح ہوا، ان سے بھی کوئی اولاد نہ ہوئی اور ان ہی کے نکاح میں حضرت اُمّ کلثوم نے وفات پائی۔

(رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں: ص ۵۶، نساء مبشرات بالجنہ: ص ۲۱۷)

فضائل و مناقب

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

حضرت فاطمہؓ بیسیوں خصوصیات کی حامل تھیں، آپ کے والدِ محترم نبی آخر الزماں رحمۃ للعالمین ﷺ اور والدہ تمام خواتین کی سردار سب سے پہلے ایمان لانے والی اُمّ المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں، حضرت فاطمہؓ جنتی عورتوں کی سردار اور صاحبزادیوں میں افضل ترین تھیں، ان کے شوہر فاتحِ خیبر خلیفہ رابع حضرت علیؓ بن ابی طالب تھے، ان کے صاحبزادے جنت کے نوجوانوں کے سردار اور حضور ﷺ کے پھول حسنؓ و حسینؓ تھے، ان کے چچا سید الشہداء اور شیرِ خدا و شیرِ رسول حضرت حمزہؓ ابن عبدالمطلب تھے اور دوسرے چچا بنو ہاشم کے سردار

عباسؓ ابن عبدالمطلب تھے۔ یہ فضیلت ہی ان کو دوسروں سے ممتاز کرنے والی ہے۔
(نساءِ مبشرات بالجنۃ:ص:۲۰۲)

جنتی عورتوں کی سردار

حضرت فاطمہؓ ان خوش قسمت خواتین میں سے تھیں جن کو دنیا ہی میں جنتی ہونے کی بشارت دی گئی، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چار لکیریں کھینچیں اور فرمایا: تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا: جنت کی سب سے افضل خاتون خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، آسیہ بنت مزاحم اور مریم بنت عمران ہیں۔ ترمذی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

کَفَاكَ مِنْ نِسَاءِ العَالَمِيْنَ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَ خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلَدٍ وَ فَاطِمَة بنت محمّد و آسية امرأة فرعون۔

ترجمہ: تمہاری تقلید کے لیے تمام دنیا کی عورتوں میں مریمؑ، خدیجہؓ، فاطمہؓ اور آسیہ کافی ہیں۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے ارشاد فرمایا: تمہیں خوشخبری ہو کہ تم جنتی عورتوں کی سردار بنو گی۔ (مسلم باب الفضائل)

رسولِ خدا ﷺ حضرت فاطمہؓ سے ارشاد فرمایا کرتے تھے: اے فاطمہ! تم، تمہارے خاوند اور تمہاری اولاد میرے ساتھ جنت میں ایک جگہ ہو گے۔ (تذکارِ صحابیات:ص ۱۴۳)

اسی طرح طبقات میں ایک روایت مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں سب سے پہلے علیؓ اور فاطمہؓ داخل ہوں گے۔ (ازواجِ مطہرات وصحابیات انسائیکلوپیڈیا:ص ۲۹۲)

سیدنا حذیفہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک فرشتہ اترا اس نے مجھے بشارت دی کہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء بحوالہ نساء مبشرات بالجنۃ:ص ۲۲۷)

حضرت حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ میں نے اپنی والدہ سے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجیے تاکہ میں آپ ﷺ کے پیچھے مغرب کی نماز پڑھوں اور میرے اور آپ کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست کروں۔ چنانچہ میری والدہ نے مجھے اجازت دے دی۔ میں حاضرِ خدمت ہوا اور مغرب کی نماز آپ ﷺ کے پیچھے پڑھی، پھر آپ ﷺ نوافل میں مشغول ہوگئے، یہاں تک کہ عشا کی نماز پڑھ کر اپنے گھر کا رخ کیا، میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے ہولیا، آپ ﷺ نے میری آہٹ سن لی، فرمایا: کون ہے؟ کیا حذیفہ ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: تمھیں کوئی ضرورت ہے؟ میں نے دعا کی درخواست کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تمھیں اور تمہاری والدہ کو بخش دے، پھر فرمایا: یہ ایک فرشتہ ہے جو اس رات زمین پر اترا ہے، اس سے پہلے کبھی نہیں اترا ہے، اس فرشتہ نے اپنے پروردگار سے اس بات کی اجازت لی کہ وہ زمین پر آکر مجھے سلام کرے، اور مجھے خوشخبری سنائے کہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے اور حسن و حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ (مشکوٰۃ:۲/ ۴۸۷، رواہ الترمذی)

فاطمہ رضی اللہ عنہا سفید خیمہ میں ہوگی

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فاطمہ رضی اللہ عنہا، علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ جنت میں سفید خیموں میں ہوں گے جس کی چھت عرشِ رحمٰن کی ہوگی۔ (صحیح بخاری بحوالہ ازواجِ مطہرات و صحابیات انسائیکلو پیڈیا: ص۲۹۲)

اسی طرح ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: اے فاطمہ! تیرا خاوند دنیا میں سید اور آخرت میں نیک لوگوں میں سے ہوگا۔ (مسند الفردوس، جمع الجوامع بحوالہ انسائیکلو پیڈیا: ص۲۹۲)

رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں علم کا میزان ہوں، علی رضی اللہ عنہ اس میزان کے دو پلڑے ہیں اور حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ اس کے دھاگے ہیں اور میری امت کے ائمہ اس ترازو کا ستون ہیں اور

فاطمہؓ اس ترازو کی ڈنڈی ہیں، اس ترازو میں ہم سے محبت رکھنے والوں اور بغض رکھنے والوں کے اعمال تولے جائیں گے۔ (مسند الفردوس للدیلمی بحوالہ ازواجِ مطہرات وصحابیات انسائیکلوپیڈیا: ص ۲۹۳)

جنت میں حضرت فاطمہؓ کی شان

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: اہلِ جنت جنت میں نہایت چمکدار روشنی دیکھیں گے جس سے وہاں کا ہر حصہ روشن ہو جائے گا۔ اہلِ جنت رضوان فرشتہ سے پوچھیں گے کہ یہ روشنی کیسی؟ اللہ نے تو فرمایا ہے: لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا وَّ لَا زَمْهَرِیْرًا جنت میں نہ دھوپ ہے نہ سردی، پھر یہ سورج جیسی روشنی کہاں سے آئی؟ رضوان فرشتہ کہے گا: یہ چاند سورج کی روشنی نہیں؛ بلکہ یہ حضرت علیؓ اور فاطمہؓ کی مسکراہٹ ہے اور یہ ان کے دانتوں کی روشنی ہے جس سے جنت میں روشنی پھیلی ہوئی ہے۔

(روح المعانی: ۱۵/ ۱۷۵ بحوالہ خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمہ: ص ۲۱۰)

فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے

حضور ﷺ حضرت فاطمہؓ کی نہایت درجہ دلداری فرماتے اور بے حد محبت فرماتے۔ ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے ابوجہل کی بیٹی 'عورا' یا 'جویریہ' سے نکاح کا ارادہ کیا، جب حضرت فاطمہؓ نے یہ بات سنی تو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: آپ کی قوم کا خیال ہے کہ آپ اپنی بیٹیوں کے بارے میں کسی سے ناراض نہیں ہوتے، یہ دیکھیے علیؓ ابوجہل کی بیٹی سے رشتۂ زوجیت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

آپ ﷺ اٹھے اور ارشاد فرمایا: فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، میں اُس بات کو ناپسند سمجھتا ہوں جو اسے بری لگے۔ خدا کی قسم! رسول اللہ کی بیٹی اور دشمنِ خدا کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں۔

مسلم شریف کی ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود بنو ہشام اس نکاح کے

خواہش مند تھے۔ روایت میں خطبے کے الفاظ یہ ذکر کیے گئے ہیں:

ان بنی ھشام بن المغیرۃِ استأذنونی فی ان ینکحوا ابنتَھم عَلِیَّ بن ابی طالب فلا آذنُ ثمّ لا آذنُ ثمَّ لاآذن اِلّا ان یُرِیدَ ابن ابی طالب ان یُطلّق ابنتنی و ینکح ابنتھم فانما ھی بضعۃٌ مِنّی یریبُنی مارابھا و یؤذینی ماآذاھا.

ترجمہ: آل ہشام، علیؓ بن ابی طالب سے اپنی بیٹی کا عقد کرنا چاہتا ہے اور مجھ سے اجازت مانگتی ہے؛ لیکن میں اجازت نہ دوں گا اور کبھی نہ دوں گا؛ البتہ ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے کر ان کی لڑکی سے نکاح کر سکتے ہیں۔ فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے، جس نے اس کو اذیت دی مجھ کو اذیت دی۔ (مسلم کتاب فضائل الصحابہ: رقم ۶۳۷۰ بحوالہ سیر الصحابیات: ص ۹۹)

اس کے بعد حضرت علیؓ نے نکاح کا ارادہ چھوڑ دیا اور حضرت فاطمہؓ سے اس سلسلے میں معافی مانگی، تب ان کا غم و حزن جاتا رہا اور دوبارہ گھر میں خوشحالی لوٹ آئی۔

(نساء مبشرات بالجنہ: ص ۲۱۶)

فاطمہؓ کی رضامندی میں اللہ کی رضامندی ہے

حضرت فاطمہؓ کے فضائل امام سیوطیؒ نے اپنے کتاب 'کتاب الباسمۃ فی مناقب الفاطمۃ' میں جمع فرمائے ہیں اور ان سے پہلے امام ابوعبداللہ الحاکم نے 'مستدرک' میں جمع کئے ہیں۔ آپ کے فضائل میں سے ہے: حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ: نبی ﷺ نے اہلِ بیت کو بلایا اور ان سے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری خوشی پر خوش اور ناراضگی پر ناراض ہوتا ہے۔

امام احمدؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرات حسنینؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا: میں سراپا جنگ ہوں اس کے لیے جو تم سے جنگ کرے اور مجسم صلح ہوں اس کے لیے جو تم سے صلح کرے۔ (نساء مبشرات بالجنہ: ص: ۲۲۰)

حضرت فاطمہؓ کی آپ ﷺ سے مشابہت

حضرت فاطمہؓ جب خدمت اقدس میں حاضر ہوتیں، تو آپ ﷺ ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہوجاتے اور اپنی جگہ پر ان کو بٹھاتے، جیسا کہ امام بخاریؒ نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ میں نے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو گفتگو کرنے اور اٹھنے بیٹھنے میں حضرت فاطمہؓ کی طرح حضور ﷺ کے مشابہ ہو۔ آپ ﷺ جب ان کو آتا دیکھتے تو مرحبا کہتے، پھر کھڑے ہوکر اپنی لختِ جگر کو بوسہ دیتے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ بٹھاتے اور جب حضور ﷺ حضرت فاطمہؓ کے یہاں تشریف لے جاتے تو وہ بھی آپ کا پرتپاک استقبال کرتیں اور آپ کو بوسہ دیتیں۔ (نساء مبشرات بالجنہ: ص۲۱۵)

آپ ﷺ کی حضرت فاطمہؓ سے محبت

نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ عزیز کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فاطمہؓ۔ امام ذہبی فرماتے ہیں: "کان أحب النساء إلی رسول اللہ ﷺ فاطمة و من الرجا علیّ" آپ کو خواتین میں حضرت فاطمہ اور مردوں میں حضرت علیؓ سب سے زیادہ عزیز تھے۔

حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ دریافت فرمایا: یارسول اللہ! میں آپ کو زیادہ پسند ہوں یا فاطمہؓ؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فاطمہؓ سے مجھے سب سے زیادہ محبت ہے اور تم مجھے اس سے زیادہ عزیز ہو۔ (نساء مبشرات بالجنہ: ص:۲۱۴-۲۱۶)

حضور ﷺ کے غلام حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کسی سفر پر تشریف لے جاتے تو سب سے اخیر میں حضرت فاطمہؓ سے مل کر رخصت ہوتے اور جب واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ سے ملاقات فرماتے، پھر اپنے گھر تشریف لے جاتے۔ (رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں: ص۶۸)

اہلِ بیتِ نبوی ﷺ کے بارے میں نبی ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

”لا یبغضنا أھل البیت احداٌ إلا ادخله الله النار.“

ترجمہ: جو ہمارے اہلِ بیت سے بغض رکھے گا آگ میں داخل ہوگا۔

(سیر اعلام النبلاء:۲/۱۲۳بحوالہ نساء مبشرات بالجنہ:ص۲۲۰)

اہلِ بیت کے بارے میں آیتِ تطہیر

امام احمدؒ سے اہلِ بیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: اہلِ بیت پر کسی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا، اہلِ بیت کو اللہ تعالیٰ نے بے انتہا برکت عطا فرمائی، ان سے گناہوں، شرک و بدعت، شکوک وشبہات جیسی نجاستوں کو دور کردیا اور اس کی اوّلین مصداق حضرت فاطمہؓ ہیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ چھ مہینے تک فجر کی نماز کے لیے نکلتے وقت حضرت فاطمہؓ کے دروازے پر گزرتے ہوئے ندا لگاتے: الصلوة یا اھل البیت پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرماتے: اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجسَ اَهلَ الْبَیتِ وَیُطَهِّرکُم تَطْهِیرًا۔

اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ حضراتِ حسنینؓ اور حضرت علیؓ و فاطمہؓ کو اپنی چادر میں لپیٹ لیا اور فرمایا: اے اللہ! میرے اہلِ بیت میرا خاصہ ہیں، ان سے گندگی دور فرما اور انہیں پاک کردے۔

حضرت اُمّ سلمہؓ نے فرمایا: میں بھی ان میں شامل ہوں یارسول اللہ؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک، تم بھی خیر کی طرف ہو۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

یاأھل البیت رسول الله حبکم فرض من الله فی القرآن انزله

اے اہلِ بیت رسول اللہ! تمہاری محبت قرآن میں اللہ کی طرف سے فرض کی گئی ہے۔

کفاکم من عظیم القدر انکم من لم یصلّ عیکم لا صلاۃ له

تمہارے عظیم مرتبہ کو یہی کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں۔

اہلِ بیت سے موٗدت

حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: قُــلْ لَااَسْـئَـلُکُمْ عَلَیْهِ اَجراً اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی (شوریٰ:۲۳) اے پیغمبر! آپ فرمادیجیے میں تم سے نہیں مانگتا اس پر تم سے کچھ بدلہ مگر دوستی چاہیے قرابت میں۔ تو صحابۂ کرامؓ نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ آپ کے وہ کون سے قرابت دار ہیں جن سے موٗدّت کرنا ہم پر ضروری قرار دیا گیا ہے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علی و فاطمة و ابنهما . وہ حضرت علیؓ، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے ہیں۔ (مرقات: ۹/۳۹۶۳ بحوالہ خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمہ: ص ۲۰۷)

جنت کا خوشبودار پھول

ایک مرتبہ حضرت علیؓ گھاس کا ایک گٹھر سر پر اٹھائے گھر تشریف لائے اور حضرت فاطمہؓ سے اس کے اتارنے میں مدد چاہی، حضرت فاطمہؓ کسی کام میں مشغول تھیں؛ اس لیے فوراً نہ آسکیں، حضرت علیؓ نے گٹھر زمین پر ڈال دیا اور حضرت فاطمہؓ سے کہنے لگے: شاید تم کو اس کام میں سبکی محسوس ہوئی ہو۔ حضرت فاطمہؓ نے معذرت کرتے ہوئے کہا: جو کام میرے ابا جان رسولِ خدا ہوتے ہوئے کرتے ہوں، میں کیسے اس کے کرنے میں عار محسوس کرسکتی ہوں۔ حضرت علیؓ ان کا جواب سن کر مسکرائے اور کمرے میں چلے گئے۔ انہیں اوصاف کی بنا پر جب انتقال کے بعد حضرت علیؓ سے حضرت فاطمہؓ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: فاطمہ جنت کا ایک پھول تھی، اس کے مرجھانے کے باوجود اس کی مہک سے اب تک میرا دماغ معطر ہے۔ اس نے اپنی زندگی میں کبھی مجھے شکایت کا

موقع نہیں دیا۔ (سیرۃ فاطمہ الزہراء: ص۱۰۸)

دنیا کی بہترین خاتون

حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ ایک مرتبہ آٹھ پہر سے بھوکے تھے، کسی تاجر کے اونٹ مدینہ میں آئے ہوئے تھے اور اس کو ایک مزدور کی ضرورت تھی، حضرت علیؓ نے اس مزدوری میں پیش قدمی کی اور دیر رات تک اس کے اونٹوں پر سے بوجھ اتارتے رہے اور معاوضہ میں ایک درہم ملا، رات بہت ہو چکی تھی، تاہم حضرت علیؓ ایک درہم کے جَو خرید کر لائے، حضرت فاطمہؓ راہ تک رہی تھیں، جیسے ہی حضرت علیؓ کو آتا دیکھا تو باغ باغ ہو گئیں اور جَو کو پیس کر جلدی جلدی روٹی بنائی، پھر دونوں نے مل کر اسے تناول فرمایا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ: مجھے اس پر آپ ﷺ کا یہ قول یاد گیا کہ: فاطمہ دنیا کی بہترین عورتوں میں سے ہے۔ (سیرتِ فاطمۃ الزہراء: ص۱۲۱، تذکارِ صحابیات: ص۱۳۲)

ایثار وسخاوت

حضرت فاطمہؓ سے کسی نے پوچھا کہ چالیس اونٹوں کی زکوٰۃ کیا ہوگی، حضرت فاطمہؓ نے ارشاد فرمایا: تمہارے لیے صرف ایک اونٹ اور میرے پاس اگر چالیس اونٹ ہوں تو میں سارے ہی راہِ خدا میں خرچ کر دوں۔ (سیرتِ فاطمہ الزہراء: ص۱۲۹، تذکار صحابیات: ص۱۳۷)

حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک وقت کے فاقہ کے بعد ہم سب کو کھانا نصیب ہوا، والدِ بزرگوار، حسینؓ اور میں کھا چکے تھے؛ لیکن والدۂ محترمہ حضرت فاطمہؓ نے ابھی کھایا نہیں تھا، انہوں نے روٹی پر ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ دروازہ پر ایک سائل نے آواز لگائی، رسولِ خدا ﷺ کی بیٹی! دو وقت سے بھوکا ہوں، میرا پیٹ بھر دو۔ والدہ نے فوراً کھانے سے ہاتھ روک لیا اور مجھ سے فرمایا: جاؤ یہ کھانا سائل کو دے آؤ، مجھے تو ایک

وقت کا فاقہ ہے اور اس کو دو وقت کا۔ (سیرۃ فاطمۃ الزہراء: ص:۱۲۹)

حضرت ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرات حسنینؓ ایک مرتبہ سخت بیمار ہو گئے، حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ نے منّت مانی کہ اگر یہ صحت یاب ہو جائیں گے تو شکرانہ کے طور پر تین تین روزے رکھیں گے، اللہ کے فضل سے دونوں صاحبزادے تندرست ہو گئے۔ ان حضرات نے شکرانہ کے طور پر روزے رکھنا شروع کر دیے؛ لیکن گھر میں سحر کے لیے کچھ تھا نہ افطار کے لیے، لہٰذا فاقہ پر روزہ رکھنا شروع کر دیا۔ صبح کو حضرت علیؓ شمعون نامی ایک یہودی کے پاس تشریف لے گئے کہ وہ اس کے پاس سے کچھ اُون دھاگہ کاتنے کے لیے اُجرت پر لے آئیں۔ چنانچہ اس یہودی نے اُون کا ایک گٹھر تین صاع جَو کی اُجرت پر دیا۔ حضرت فاطمہؓ نے اس میں سے ایک تہائی کا تا اور ایک صاع اُجرت لے کر ان کو پیسا اور پانچ روٹیاں بنائیں: ایک اپنے لیے، ایک حضرت علیؓ کے لیے اور ایک دو صاحبزادوں اور ایک باندی کے لیے، جس کا نام فضہ تھا۔ روزہ میں دن بھر کی محنت مزدوری کے بعد جب حضرت علیؓ مغرب کی نماز پڑھ کر لوٹے اور کھانا کھانے کے لیے دسترخوان بچھایا، ابھی روٹی کا ٹکڑا توڑا ہی تھا کہ ایک فقیر نے دروازے سے آواز دی: اے محمد ﷺ کے گھر والو! میں ایک فقیر مسکین ہوں، مجھے کھانا دو، اللہ تعالیٰ تم کو جنت کے دسترخوان سے کھانا کھلائے۔ حضرت علیؓ نے کھانے سے ہاتھ روک لیا اور حضرت فاطمہؓ سے مشورہ کیا، انھوں نے فرمایا: ضرور دیجیے، اور وہ سب روٹیاں اس مسکین کو دے دی گئیں اور گھر والے سب کے سب فاقہ سے رہے اور اسی حال میں دوسرے دن کا روزہ شروع کیا۔

دوسرے دن حضرت فاطمہؓ نے دوسری تہائی اُون کی کاتی اور ایک صاع جَو کی اُجرت لے کر اس کو پیسا اور روٹیاں پکائیں اور حضرت علیؓ حضور ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ کر گھر تشریف لائے اور سب کھانے کے لیے بیٹھے ہی تھے کہ ایک یتیم نے دروازہ سے سوال کیا اور اپنی تنہائی اور فقر کا اظہار کیا۔ ان حضرات نے اس دن کی روٹیاں بھی اس

کے حوالے کردیں اور خود پانی پی کر تیسرے دن کا روزہ رکھا۔

اگلے دن صبح حضرت فاطمہؓ نے باقی اُون کاتا اور ایک صاع جوجَو کا رہ گیا تھا وہ لے کر پیسا۔ روٹیاں پکائیں اور مغرب کی نماز کے بعد جب کھانے بیٹھے تو ایک قیدی نے آکر آواز دی اور اپنی سخت حاجت اور پریشانی کا اظہار کیا۔ ان حضرات نے اس دن کی روٹیاں بھی اس قیدی کو دے دیں اور خود فاقہ سے رہے۔

چوتھے دن روزہ تو تھا نہیں لیکن کھانے کو کچھ نہ تھا۔ حضرت علیؓ دونوں صاحبزادوں کو لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ بھوک کی وجہ سے چلنا بھی دشوار تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: تمہاری تکلیف دیکھ کر مجھے بھی تکلیف ہورہی ہے، چلو فاطمہؓ کے پاس چلیں۔ حضور ﷺ حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لائے۔ وہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ بھوک کی شدت سے آنکھیں گڑ گئی تھیں اور پیٹ کمر سے لگ گیا تھا۔ حضور ﷺ نے ان کو سینے سے لگایا اور حق تعالیٰ سے فریاد کی۔ اس پر حضرت جبرئیلؑ سورۂ دہر کی آیات وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِينًا وَّيَتِيمًا وَّ اَسِيرًا (اور باوجودیکہ انھیں خود طعام کی خواہش ہے فقیروں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں) لے کر آئے اور اس پروانۂ خوشنودی کی مبارک بادی عطا کی۔ (فضائل صدقات: ص ۴۲۸، خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمہ: ص ۱۶۹ تا ۱۷۱)

شرم وحیا

حضرت فاطمہؓ میں حد درجہ شرم وحیا تھی، کہنا چاہیے کہ وہ شرم وحیا کا مجسمہ تھیں، ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو طلب فرمایا تو وہ مارے شرم کے لڑکھڑاتی ہوئی آئیں۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ان سے دریافت کیا: بیٹی! عورت کی سب سے اچھی صفت کون سی ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا: عورت کی سب سے اعلیٰ خوبی یہ ہے کہ نہ وہ مرد کو دیکھے اور نہ کوئی غیر مرد اس کو دیکھے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے اوران کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن اُمّ مکتوم بھی تھے، حضرت فاطمہؓ ان کو دیکھ کر کوٹھری میں چھپ گئیں، جب وہ چلے گئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: بیٹی! تم کیوں چھپ گئی تھی؟ ابن اُمّ مکتوم تو نابینا ہے۔ عرض کیا: ابا جان! اگر وہ نابینا ہیں تو میں تو ایسی نہیں کہ خواہ مخواہ غیر مرد کو دیکھا کروں۔ اسی شرم وحیا کا نتیجہ تھا کہ عورتوں کا جنازہ بغیر پردہ کے نکالنا پسند نہیں فرماتی تھیں اور اپنے جنازے کے بارے میں وصیت فرمائی کہ پردہ کے اہتمام کے ساتھ رات کے وقت اٹھایا جائے؛ تاکہ غیر مردوں کی نظر نہ پڑے۔ (سیرت فاطمۃ الزہراء:ص۱۳۰)

زندگی میں پردے کے اسی اہتمام کا نتیجہ ہے کہ کل کو بروزِ حشر بھی اس کا خیال رکھا جائے گا۔ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: قیامت کے دن پردے کے پیچھے سے ایک منادی اعلان کرے گا: اے لوگو! اپنی آنکھوں کو بند کرلو، فاطمہ بنت محمد ﷺ یہاں سے گزرنے والی ہیں۔ (رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں:ص:۶۹)

امام حاکم نے 'مستدرک' میں یہ روایت نقل کی ہے اور کہا: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين و لم يخرجاه. (مستدرک:۳/۱۶۶)

نوٹ: پیشِ نظر رہے کہ ماہرِ فنِ رجال حضرت امام شمس الدین ذہبی کے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ (خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمہؓ:ص۲۰۹)

صدق وراستی

حضرت فاطمہؓ میں بہت سی خوبیاں تھیں، صدق وراستی میں بھی ان کا کوئی حریف نہ تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ما رأيتُ احداً كان صدق بهجة من فاطمة الا ان يكون الذى ولدها ﷺ. میں نے فاطمہؓ سے زیادہ کسی کو صاف گو نہیں دیکھا البتہ ان کے والدان سے مستثنیٰ ہیں۔ (سیر الصحابیات:ص۱۰۱)

عبادت وشب بیداری

حضرت فاطمہؓ کثرت سے عبادت کرنے والی خاتون تھیں، رات کو خوب عبادت کرتیں اور دن میں کثرت سے روزے رکھتیں، خوفِ الٰہی سے ہر وقت لرزاں وترساں رہتی تھیں۔ مسجدِ نبوی کے پہلو میں گھر تھا، وہاں سے آپ ﷺ کے ارشادات سنتیں، اُنمیں آخرت اور عذاب کا تذکرہ آتا تو ان پر ایسی رقت طاری ہوتی کہ روتے روتے غشی طاری ہو جاتی۔ تلاوتِ قرآن کے وقت عقاب وعذاب کی آیتوں پر بدن لرز اُٹھتا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں فاطمہؓ کو دیکھتا کہ وہ کھانا پکاتی جاتی اور خدا کا ذکر کرتی جاتی اور بے انتہا عبادت کرتی؛ لیکن گھریلو کام کاج میں ذرا بھی فرق نہ آنے پاتا۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کی عبادت کا یہ حال تھا کہ اکثر ساری ساری رات عبادت میں گزار دیتی تھیں۔ (سیرت فاطمۃ الزہراء: ص:۱۱۱)

حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ میں نے اپنی والدہ حضرت فاطمہؓ کو شام سے صبح تک عبادت کرتے اور خدا کے حضور گریہ وزاری کرتے دیکھا ہے؛ لیکن انہوں نے کبھی اپنی دعاؤں میں اپنے لیے کوئی درخواست نہ کی۔

ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ علیل تھیں؛ لیکن علالت کے باوجود رات بھر عبادت میں مصروف رہیں، جب حضرت علیؓ صبح کی نماز کے لیے مسجد گئے تو وہ نماز کے لیے کھڑی ہوگئیں، نماز سے فارغ ہو کر چکی پیسنے لگیں۔ حضرت علیؓ مسجد سے واپس گھر تشریف لائے اور ان کو چکی پیستے دیکھا تو فرمایا: اے رسولِ خدا کی بیٹی! اتنی مشقت نہ اٹھایا کرو، تھوڑی دیر آرام بھی کرلیا کرو، کہیں زیادہ بیمار نہ ہو جاؤ، فرمانے لگیں: خدا کی عبادت اور آپ ﷺ کی اطاعت مرض کا بہترین علاج ہے، اگر ان میں سے کوئی موت ایک کا باعث بن جائے تو اس سے بڑھ کر میری خوش نصیبی کیا ہوگی۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے سیدہ فاطمہؓ سے دریافت فرمایا: جانِ پدر! مسلمان عورت کے اوصاف کیا ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: ابا جان! عورت کو چاہیے کہ خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت کرے، اولاد پر شفقت کرے، اپنی نگاہ نیچی رکھے اور اپنی زینت کو چھپائے، نہ خود غیر کو دیکھے نہ غیر اس کو دیکھ پائے۔ حضور ﷺ یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئے۔

(تذکارِ صحابیات: ص ۱۳۸)

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ رات بھر عبادت میں مصروف رہتیں اور آپ کا رات کی نمازوں میں قیام بہت طویل ہوتا تھا، اس طوالت سے آپ کے قدم بھی متورم ہو گئے تھے۔ حضرت مولانا سید احمد شاہ صاحب بخاریؒ لکھتے ہیں کہ: راقم الحروف کے مطالعہ میں نمازِ تہجد کی کثرت کے سبب سے دو ہستیوں کے قدم شریف متورم ہوئے ہیں: ایک حضور پرنور ﷺ ہیں اور دوسرے حضرت فاطمہؓ۔

(تحقیق فدک: ص ۱۸۷ بحوالہ خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمہؓ: ص ۲۰۰)

حضرت فاطمہؓ کی کرامت

حضرت فاطمہؓ کی ایک پڑوسن نے ان کے یہاں دو روٹیاں اور گوشت کا ایک ٹکڑا بھیجا، جسے انہوں نے برتن میں رکھ کر ڈھانک دیا اور اپنے بیٹے کے ذریعے آپ ﷺ کو بلا بھیجا، جب آپ ﷺ تشریف لائے تو برتن پیش کیا، آگے خود حضرت فاطمہؓ کی زبانی سنیے، وہ فرماتی ہیں کہ: جب میں نے برتن سے ڈھکن اٹھایا تو وہ روٹی اور گوشت سے بھرا ہوا تھا۔ جب میں نے دیکھا تو میں مبہوت رہ گئی اور میں سمجھ گئی کہ یہ اللہ کی طرف سے برکت ہے۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور آپ ﷺ پر درود پڑھا۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے دیکھا تو اللہ کا شکر ادا کیا اور فرمایا: میری بچی! یہ کہاں سے آیا ہے؟ تو میں نے جواب دیا: یہ اللہ کی طرف سے آیا ہے، اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا

فرماتا ہے۔آپ ﷺ نے اللہ کا شکرادا کیا اور فرمایا: اللہ کا شکر ہے جس نے میری بیٹی کو بنی اسرائیل کی سیدۃ النساء جیسا بنایا کہ اسے جب بھی اللہ کوئی رزق عطا فرماتا اور اس سے پوچھا جاتا تو وہ یہی کہتی کہ یہ اللہ کے یہاں سے آیا ہے، اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔

پھر اس کھانے کو حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرات حسنینؓ اور آپ ﷺ نے ساتھ مل کر تناول فرمایا، سب سیر ہوگئے مگر کھانا ویسا کا ویسا ہی رہا۔حضرت فاطمہؓ نے اسے پڑوسیوں میں تقسیم کردیا۔

حضرت قاضی عیاض مالکی نے الشفاء میں نقل فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس موقع پر دعا بھی فرمائی کہ فاطمہؓ کبھی بھوکی نہ رہے۔حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں کہ میں پھر کبھی بھوکی نہ رہی۔

اوصاف و کمالات

زہدوقناعت

حضرت فاطمہؓ دوجہاں کے سردار کی صاحبزادی تھیں، لیکن آرائش وزیبائش میں زندگی نہیں گزاری، ہر وقت فقر وفاقہ میں رہتیں اور اپنے رب کا شکرادا کرتیں۔

ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ مسجدِ نبوی میں تشریف لائیں اور روٹی کا ایک ٹکڑا سرورِ دوعالم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔حضور ﷺ نے پوچھا: کہاں سے آیا؟ سیدہ نے عرض کیا: ابا جان! تھوڑے سے جَو پیس کر روٹی بنائی، بچوں کو کھلا رہی تھی تو خیال آیا کہ آپ کو بھی تھوڑی سی پیش کرلوں، معلوم نہیں کس حال میں ہوں گے! یارسول اللہ! یہ روٹی تیسرے وقت نصیب ہوئی ہے۔آپ ﷺ نے روٹی تناول فرمائی اور فرمایا: اے میری پیاری! چار وقت کے بعد روٹی کا پہلا ٹکڑا ہے جو تیرے باپ کے منہ میں پہنچا ہے۔

(سیرتِ فاطمۃ الزہراء: ص ۱۲۰، تذکارِ صحابیات: ص ۱۳۵)

ایک مرتبہ حضور ﷺ حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے، آپ ﷺ نے دیکھا کہ سیدہ اونٹ کی کھال کا لباس پہنے ہوئے ہیں اور اس میں تیرہ پیوند لگے ہوئے ہیں، وہ آٹا گوندھ رہی ہیں اور زبان پر کلام اللہ کا ورد جاری ہے حضور ﷺ یہ منظر دیکھ کر آب دیدہ ہوگئے اور فرمایا: اے فاطمہؓ! دنیا کی تکلیف کا صبر سے خاتمہ کر اور آخرت کی دائمی مسرت کا انتظار کر، اللہ تمھیں نیک اجر دے گا۔ (تذکارِ صحابیات: ص:۱۳۴)

سوال کر کے شرمندہ نہ کرو

ایک دفعہ حضرت علیؓ گھر تشریف لائے، کچھ کھانے کو مانگا۔ سیدہ نے بتایا کہ آج تیسرا دن ہے، گھر میں جَو کا ایک دانہ تک نہیں ہے۔ جنابِ مرتضیٰؓ نے فرمایا: اے فاطمہؓ! مجھ سے تم نے ذکر کیوں نہیں کیا؟ سیدۃ النساء نے جواب دیا: اے میرے سرتاج! میرے والد نے رخصتی کے وقت نصیحت کی تھی کہ میں کبھی سوال کر کے آپ کو شرمندہ نہ کروں۔ (تذکارِ صحابیات: ص ۱۳۵)

حضرت فاطمہؓ کا لباس

حضرت فاطمہؓ شہنشاہِ دوجہاں ﷺ کی صاحبزادی اور خود جنتی عورتوں کی سردار ہیں، آپ چاہتیں تو اچھے سے اچھا لباس زیبِ تن فرما سکتی تھیں؛ لیکن بچپن ہی سے آپؓ آرائش و زیبائش سے دُور رہتی تھیں۔ لباس بالکل سادہ پہنتی تھیں۔ آپؓ کا کرتہ بہت ہی موٹا اور چوڑا تھا اور دوپٹہ اس قدر چھوٹا تھا کہ سر ڈھانکتیں تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں چھپاتیں تو سر برہنہ رہ جاتا تھا۔ (خطباتِ محمود: ۱/۲۲۰، سیر الصحابیات: ص ۱۰۱)

عسرت و تنگی

حضرت علیؓ مالدار شخص نہ تھے، نہ ان کے یہاں اسبابِ عیش فراہم تھے، نہ گھر میں زیادہ

سامان تھا، نہ کوئی خدمت گزار تھا، آپ ﷺ نے جس طرح اپنی ذات کے لیے فقر وفاقہ اور تنگی کو پسند کیا اسی طرح اپنے داماد اور بیٹی کے لیے بھی عسرت وتنگی کو پسند فرمایا۔

ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ حاضرِ خدمت ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرے اور علیؓ کے پاس صرف ایک مینڈھے کی کھال ہے، جو ہمارا بستر ہے اور اسی پر دن میں اونٹ کو چارہ کھلاتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اے میری پیاری! صبر کر، کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے دس برس تک اپنی زوجہ کے ساتھ قیام کیا اور ان کے پاس ایک ہی عبا تھی جس کو اوڑھتے اور بچھاتے تھے۔

حضرت فاطمہؓ والی اسی بات کو حضرت علیؓ برسرِ منبر فرماتے ہیں کہ: جب میری شادی ہوئی تو بسا اوقات ایسا ہوتا کہ ہمارے پاس رات کو سونے کے لیے بکری کی ایک کھال تھی، رات کو یہ ہماری خواب گاہ ہوتی اور دن میں ہم اسے اپنی سواری کے جانور کو چارہ ڈالنے کے لیے استعمال کرتے تھے۔ (خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمہؓ: ص ۱۵۹)

ایک دن آپ ﷺ حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے، حضرات حسنینؓ کو موجود نہ پاکر دریافت کیا کہ: میرے بیٹے کہاں ہیں؟ عرض کیا: آج اس حال میں صبح ہوئی ہے کہ گھر میں چکھنے کے لیے بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ علیؓ یہ کہہ کر باہر لے گئے ہیں کہ گھر میں رو رو کر تمھیں پریشان کریں گے، اور وہ فلاں یہودی کے پاس گئے ہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ اس طرف متوجہ ہوئے اور تلاش کرنے لگے۔ اچانک دیکھا کہ دونوں لاڈلے ایک کیاری میں کھیل رہے ہیں اور ان کے سامنے کچھ کھجوریں پڑی ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: میرے ان بیٹوں کو گرمی کے تیز ہونے سے پہلے پہلے گھر لے چلو۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا: آج اس حال میں صبح کی ہے کہ گھر میں کھانے کے لیے کچھ نہ تھا؛ اس لیے ان کو لے کر آیا ہوں۔ اب میرے اور بچوں کے پیٹ میں تو کچھ پڑ گیا، لیکن فاطمہؓ کے لیے کھجوریں جمع کرنا باقی ہے۔ آپ تھوڑی دیر تشریف رکھیں۔ آپ ﷺ کچھ دیر ٹھہر گئے، یہاں

تک کہ حضرت فاطمہؓ کے لیے کچھ کھجوریں جمع کرلیں، ان کھجوروں کو ایک چھوٹے کپڑے میں باندھ کر واپس ہوئے اور ایک بچہ کو حضرت علیؓ نے اور دوسرے کو آپ ﷺ نے گود میں لیا اور اس طرح گھر لوٹے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حکم دیا کہ علیؓ کو بلا لاؤ، جس وقت میں ان کے گھر گیا تو دیکھا کہ سیدہؓ حضرتِ حسنینؓ کو گود میں لیے چکّی پیس رہی ہیں، فی الحقیقت سیدہؓ کا اکثر یہ حال ہوتا تھا کہ دو دو وقت کے فاقہ ہوتے تھے اور بچوں کو گود میں لے کر چکی پیسا کرتی تھیں۔ (رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں: ص ۶۴-۶۵، تذکارِ صحابیات، ص ۱۳۴)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ہم پر ایسے کئی دن گزرے کہ ہمارے گھر میں کوئی چیز کھانے کی نہ تھی اور نہ ہی حضور ﷺ کے پاس کچھ تھا، اُن دِنوں میں باہر نکلا تو راہ میں ایک دینار پڑا ہوا دیکھا۔ میں ٹھٹک کر رہ گیا، دل میں سوچتا رہا کہ اسے اُٹھاؤں یا چھوڑ دوں؛ لیکن افلاس کی شدت نے مجھے اس کے اُٹھانے پر مجبور کردیا۔ چنانچہ میں نے اسے اُٹھایا اور اس سے کچھ آٹا خرید لیا اور حضرت فاطمہؓ کو دیا کہ وہ روٹی پکادیں۔ وہ آٹا گوندھنے لگیں؛ مگر ان پر بھی فاقہ کا اس قدر اثر تھا کہ آٹا گوندھنے میں ہاتھ بار بار برتن پر گرتا تھا اور چوٹ لگتی تھی۔ حضرت فاطمہؓ نے بڑی مشقت سے روٹی پکائی، پھر میں نے حضور ﷺ سے آکر یہ سارا واقعہ عرض کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ھو رزق اللّٰہ اللہ نے تمھیں یہ رزق بھیجا ہے۔ (ابوداؤد: ۱/ ۲۷۷ بحوالہ خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمہؓ: ص ۱۶۱)

کچھ دِنوں بعد پتہ چلا کہ وہ دینار ایک خاتون کا تھا اور وہ تلاش کرتی ہوئی آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے دینار دے دو۔

ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ بیمار ہوگئیں، آپ ﷺ اپنے ایک صحابی حضرت عمران بن حصینؓ کے ہمراہ عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ دروازے پر پہنچ کر اجازت چاہی۔ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا: تشریف لائیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میرے ساتھ عمران بھی

ہے۔سیدہ نے جواب دیا: ابا جان! میرے پاس ایک عبا کے سوا کوئی اور کپڑا نہیں ہے جس سے پردہ کروں ۔حضور ﷺ نے اپنے جسمِ مبارک سے چادر اُتار کر اندر پھینکی اور فرمایا: بیٹی اس سے پردہ کرلو۔

اس کے بعد حضور ﷺ اور حضرت عمران بن حصینؓ اندر تشریف لے گئے اور حضرت فاطمہؓ سے حال دریافت کیا۔ حضرت فاطمہؓ نے آبدیدہ ہوکر عرض کیا: ابا جان! شدتِ درد کی وجہ سے بے چین ہوں اور بھوک نے نڈھال کر رکھا ہے اور گھر میں کھانے کو کچھ نہیں ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: اے میری بیٹی! صبر کر، میں بھی تین دن سے بھوکا ہوں، اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگتا وہ مجھے عطا کرتا؛ لیکن میں نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی ہے۔

پھر آپ نے اپنا دستِ شفقت حضرت فاطمہؓ کی پشت پر پھیرا اور فرمایا: اے لختِ جگر! دنیا کے مصائب سے دل شکستہ نہ ہو، تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ جب ہم واپس لوٹنے لگے تو لوگوں نے کہا کہ حضور ﷺ کی بیٹی اس حال میں؟ حضور ﷺ نے ان کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: جان لو کہ فاطمہؓ قیامت کے دن جنتی عورتوں کی سردا ہے۔

(تذکارِ صحابیات: ص ١٣٨، حلیۃ الاولیاء: ٥٢/٢ بحوالہ خاتونِ جنت حضرت فاطمہؓ: ص ١٦٣)

خادمہ کا سوال اور تسبیحاتِ فاطمی

حضرت فاطمہؓ فقر و فاقہ والی زندگی گزارتی تھیں اور گھریلو تمام کام خود ہی کیا کرتی تھیں، چکّی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے، مشک میں پانی بھر بھر کر لانے سے سینے پر گٹھے پڑ گئے تھے، گھر میں جھاڑو دیتے دیتے کپڑے میلے ہوجاتے تھے، چولہے کے پاس بیٹھنے سے کپڑے دھویں سے سیاہ ہوجاتے تھے۔

جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر فتوحات کا دروازہ کھولا اور روز بروز مدینہ منورہ میں بہ کثرت مالِ غنیمت آنا شروع ہوا۔ ایک دن حضرت علیؓ کو معلوم ہوا کہ مالِ غنیمت میں کثرت سے غلام اور باندیاں آئی ہیں، تو حضرت فاطمہؓ سے فرمایا: فاطمہ! تمہارے ہاتھوں میں چکّی پیستے پیستے آبلے پڑ گئے ہیں، تمہارے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا ہے۔ آج مالِ غنیمت میں بہت سی لونڈیاں آئی ہیں، جاؤ! ایک لونڈی آپ ﷺ سے مانگ لاؤ۔ حضرت فاطمہؓ حرم سرائے میں پہنچیں، حضور ﷺ نے پوچھا: فاطمہؓ کیسے آنا ہوا؟ عرض کیا: ابا جان! صرف سلام دُعا کے لیے حاضر ہوئی ہوں۔ خود فرماتی ہیں مجھے اپنے لیے خادم طلب کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ تھوڑی دیر خدمتِ اقدس میں ٹھہر کر واپس آ گئیں اور حضرت علیؓ سے کہا کہ مجھ سے باندی طلب کرنے کا حوصلہ نہ بن پڑا۔ پھر دونوں میاں بیوی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنی تکالیف بیان کی اور ایک لونڈی کی درخواست کی۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تم کو کوئی قیدی خدمت کے لیے نہیں دے سکتا، ابھی اصحابِ صفہ کی خورد ونوش کا تسلی بخش انتظام کرنا ہے۔ میں ان لوگوں کو کیسے بھول سکتا ہوں، جنہوں نے اپنا گھر بار چھوڑ کر خدا اور اس کے رسول کی خوشنودی کی خاطر فقر وفاقہ کو ترجیح دی ہے۔ دونوں میاں بیوی سرِ تسلیم خم کیے گھر واپس تشریف لے آئے۔

ابنِ سعدؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ رات کو ان کے یہاں تشریف لے گئے، جب کہ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ ایک ایسی چادر میں لیٹے ہوئے تھے کہ پاؤں ڈھانکتے تو سر کھل جاتا اور سر ڈھانکتے تو پاؤں کھل جاتے، انہوں نے آپ ﷺ کو دیکھ کر اٹھنے کی کوشش کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی جگہ پر ہی رہو، پھر دونوں کے درمیان آ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: کیا میں تم کو اس چیز سے بہتر نہ بتاؤں جس کا تم نے مجھ سے سوال کیا تھا۔ دونوں نے کہا: ضرور یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کلمات مجھے جبرئیل نے سکھلائے ہیں، تم ہر فرض نماز کے بعد دس دس مرتبہ سبحان اللہ، الحمد للہ

اور اللہ اکبر پڑھا کرو اور سوتے وقت ۳۳-۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور ۳۴ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَر پڑھ لیا کرو۔ یہ عمل تمہارے لیے بہترین خادم ثابت ہوگا۔

(نساء مبشرات بالجنہ :ص ۲۱۰، تذ کارِ صحابیات :ص ۱۳۳)

ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ: جب آپ ﷺ ان کلمات کو بتلا کر فارغ ہوئے تو حضرت فاطمہؓ نے اس کے جواب میں عرض کیا: میں اللہ کی تدبیر اور اس کے رسول کی تجویز سے راضی ہوں۔ (رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں :ص ۷۵)

علامہ شبلی نے اس واقعہ کا خوب نقشہ کھینچا ہے:

افلاس سے تھا سیدۂ پاک کا یہ حال — گھر میں کوئی کنیز نہ کوئی غلام تھا
گِھس گِھس گئی تھیں ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں — چکّی کے پیسنے کا جو دن رات کام تھا
سینہ پہ مشک بھرے جو لاتی تھیں بار بار — گو نور سے بھرا تھا مگر نیل فام تھا
اٹ جاتا تھا لباسِ مبارک غبار سے — جھاڑو کا مشغلہ بھی ہر صبح و شام تھا
آخر گئیں جنابِ رسولِ خدا کے پاس — یہ بھی کچھ اتفاق وہاں اذنِ عام تھا
محرم نہ تھے جو لوگ تو کچھ کر سکیں نہ عرض — واپس گئیں کہ پاسِ حیا کا مقام تھا
پھر جب گئیں دوبارہ تو پوچھا حضور نے — کل کس لیے تم آئی تھیں، کیا خاص کام تھا
غیرت یہ تھی کہ اب بھی نہ کچھ منہ سے کہہ سکیں — حیدر نے ان کے منہ سے کہا جو پیام تھا
ارشاد یہ ہوا کہ غریبانِ بے وطن — جن کا صفۂ نبوی میں قیام تھا
میں ان کے بندوبست سے فارغ نہیں ہنوز — ہر چند اس میں خاص مجھے اہتمام تھا
جو جو مصیبتیں کہ اب ان پر گزرتی ہیں — میں اس کا ذمہ دار ہوں میرا یہ کام تھا
کچھ تم سے بھی زیادہ مقدم تھا ان کا حق — جن کو کہ بھوک پیاس سے سونا حرام تھا
خاموش ہو کے سیدۂ پاک رہ گئیں — جرأت نہ کر سکیں کہ ادب کا مقام تھا
یوں کی بسر ہر اہلِ بیتِ مطہر نے زندگی — یہ ماجرائے دخترِ خیر الانام تھا

شادی کے بعد بھی تربیت کا خیال رکھنا

آپ ﷺ جس طرح تمام لوگوں کی تربیت کا خیال رکھتے تھے، اسی طرح خصوصی طور پر اپنے اہلِ بیت کی دینی تربیت کا بھی خوب اہتمام فرماتے تھے۔ جب آیتِ کریمہ "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" ترجمہ: "آپ اپنے نزدیک کے کنبے کو ڈرایئے" نازل ہوئی تو سید عالم ﷺ نے اپنے رشتہ داروں اور خاندان والوں کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا اور قبیلوں اور بعض رشتہ داروں کا نام لے کر فرمایا کہ: اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نے اس موقع پر فرمایا: اے قریش! اپنے نفسوں کو دوزخ سے بچالو، میں اللہ کے معاملے میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا اور بنی عبدِ مناف سے بھی یہی فرمایا۔ پھر فرمایا: اے عباس! میں اللہ کے معاملے میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا، اپنے کو دوزخ سے بچالو۔ اے صفیہ! جو اللہ کے رسول کی پھوپھی ہیں، میں اللہ کے معاملے میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے محمد کی بیٹی فاطمہ! میرے مال میں سے تم جو چاہو سوال کرلو، میں اللہ کے معاملے میں کچھ کام نہیں آؤں گا، اپنے کو دوزخ سے بچالو۔

(رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں: ص ۱۷)

چنانچہ شادی کے بعد بھی حضرت فاطمہؓ کی خصوصیت کے ساتھ دینی تربیت کا خیال رکھتے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رات کے وقت ہمارے یہاں تشریف لائے اور ہم دونوں کو نمازِ تہجد کے لیے جگایا اور فرمایا: اٹھو نماز پڑھو، میں آنکھیں ملتا ہوا بیٹھ گیا اور عرض کیا: خدا کی قسم! جتنی نماز ہمارے مقدر میں ہے وہی تو ہم پڑھیں گے، ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں ہیں، جب اللہ تعالیٰ ہمیں بیدار فرمانا چاہتا ہے تو بیدار فرما دیتا ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے اور میرے لفظوں کو دہراتے ہوئے واپس ہو گئے اور قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

وَكَانَ الْإِنْسَانُ اَكْثَرُ شيئٍ جَدَلًا.

آدمی جھگڑے میں سب سے بڑھ کر ہے۔

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ جب سفر پر تشریف لے جاتے تو سب سے اخیر میں حضرت فاطمہؓ سے ملتے اور سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ سے ملتے۔ ایک مرتبہ ایک غزوہ سے تشریف لائے تو حضرت فاطمہؓ سے ملنے گھر تشریف لے گئے۔ انہوں نے دروازے پر زینت کے لیے عمدہ قسم کا پردہ لٹکا رکھا تھا اور دونوں بیٹوں حسن وحسین کو چاندی کے کنگن پہنا رکھے تھے۔ آپ اندر داخل ہوئے اور یہ ماجرا دیکھ کر اُلٹے قدم واپس ہوگئے۔ حضرت فاطمہؓ سمجھ گئیں کہ کس وجہ سے اندر تشریف نہیں لائے۔ اسی وقت پردہ ہٹا دیا اور کنگن اتار لیے، دونوں بچے ان کنگنوں کو لیے ہوئے آپ ﷺ کی خدمت میں روتے ہوئے پہنچے۔ آپ ﷺ نے وہ کنگن ان کے ہاتھوں سے لے لیے اور مجھ سے فرمایا (راوی حدیث) اے ثوبان! جاؤ فاطمہؓ کے لیے ایک ہار عصب کا اور دو کنگن ہاتھی دانت کے خرید کے لے آؤ، یہ میرے گھر والے ہیں، میں یہ پسند نہیں کرتا ہوں کہ اپنے حصے کی عمدہ چیزیں وہ اس زندگی میں کھالیں یا پہن لیں۔

ایک مرتبہ کوئی شخص حضرت علیؓ کے گھر مہمان بنے، حضرت فاطمہؓ نے ان کے لیے کھانا بنایا، حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا: حضور کو بھی بلا لیتے تو اچھا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ کو مدعو کیا گیا، آپ ﷺ تشریف لائے، دروازے پر پہنچ کر چوکھٹ کو ہاتھوں سے پکڑ کر کھڑے ہوگئے اور دیکھا کہ گھر میں ایک کونہ میں نقشیں پردہ لٹکا ہوا ہے، اس کو دیکھ کر آپ واپس ہوگئے۔ حضرت فاطمہؓ لپک کر آپ ﷺ کے پیچھے ہولیں اور واپسی کی وجہ پوچھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نبی کے لیے درست نہیں کہ سجاوٹ اور نقش ونگار والے گھر میں داخل ہو۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو اچھے لباس میں دیکھا تو چہرے پر ناراضگی کے آثار واضح ہوئے اور واپس چلے آئے۔ جب آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہؓ

نے پُرتکلف پردہ نکال دیا اور عمدہ لباس بھی نکال باہر کیا تو آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: اسی طرح رہا کرو، میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ (کتاب ترکۃ النبی: ص۵۶ للامام حماد بن اسحاق بن اسماعیل، المرتضٰی: ص۱۴۹ بحوالہ خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمہؓ: ص۱۶۶)

حضرت فاطمہؓ کو دعا سکھلانا

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا: اے فاطمہ! کیا وجہ ہے کہ میں صبح وشام تمھیں یہ کہتے ہوئے نہیں سنتا (یعنی تم اس طرح دن رات دعا کیا کرو): یاحی یا قوم برحمتك استغیث اصلح لی شانی و لاتکلنی إلی نفسی طرفة عین۔ (جمع الجوامع للخطیب-اتحاف السائل: ص۶۲ بحوالہ خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمہؓ: ص۲۰۰)

تربیت کے سلسلہ میں 'اسد الغابہ' میں یہ واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے، حضرت علیؓ سورہے تھے، حضرت حسینؓ نے کچھ پینے کو مانگا۔ ان کے یہاں ایک بکری تھی، آپ نے اس کا دودھ دوہا اور ابھی دودھ دیا نہ تھا کہ حضرت حسنؓ آپ کے پاس آپہنچے۔ آپ ﷺ نے ان کو ہٹا دیا تو حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا: آپ کو حسینؓ زیادہ پیارے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بات نہیں ہے؛ بلکہ اس نے پہلے طلب کیا تھا اور فرمایا کہ: میں اور تم اور یہ دونوں لڑکے اور یہ سونے والا قیامت کے روز ایک ساتھ ایک جگہ ہوں گے۔ (رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں: ص۷۲، ۷۶، ۷۷، ۷۸)

زوجین میں صلح کروانا

ایک مرتبہ حضور ﷺ حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت علیؓ کو موجود نہ پاکر صاحبزادی سے پوچھا کہ وہ کہاں گئے ہیں؟ عرض کیا: ہماری آپس میں رنجش ہوگئی تھی،

لہٰذا وہ غصہ ہو کر چلے گئے اور میرے پاس قیلولہ نہ کیا۔ آپ ﷺ نے ایک شخص کو تلاش کرنے بھیجا، پتہ چلا کہ وہ مسجد میں سو رہے تھے۔ آپ ﷺ مسجد تشریف لے گئے، دیکھا کہ وہ لیٹے ہوئے ہیں اور ان کے پہلو سے چادر گر گئی ہیں اور مٹی ان کے جسم کو لگ رہی ہے۔ آپ ﷺ مٹی پونچھنے لگے اور فرمایا: قُم یا اَبا تُراب، قُم یَا اَبا تراب اومٹی والے اٹھ، اومٹی والے اٹھ۔

آپ ﷺ ہمیشہ زوجین میں خوشگواری پیدا کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ خانگی معاملات کے متعلق رنجش ہوگئی، آپ ﷺ گھر میں تشریف لے گئے اور صلح صفائی کروادی اور گھر میں سے مسرور ہو کر نکلے، لوگوں نے پوچھا: آپ گھر میں گئے تھے تو اور حالت تھی، اب آپ اس قدر خوش کیوں ہیں؟ فرمایا: میں نے ان دو شخصوں میں مصالحت کرادی ہے جو مجھ کو محبوب تر ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے ان پر کچھ سختی کی، وہ آپ ﷺ کے پاس شکایت لے کر چلیں، پیچھے پیچھے حضرت علیؓ بھی آئے۔ حضرت فاطمہؓ نے شکایت کی، آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹی! تم کو خود سمجھنا چاہیے کہ کون شوہر اپنی بیوی کے پاس خاموش چلا آتا ہے۔ یا فرمایا: بیٹی! سنو، سوچو، سمجھو۔ یہ کیا ضروری ہے کہ مرد تمام کام عورت کی منشا کے مطابق کرے۔ حضرت علیؓ پر اس کا یہ اثر ہوا کہ انھوں نے حضرت فاطمہؓ سے کہا: اب میں تمہارے مزاج کے خلاف کوئی بات نہ کروں گا۔ (سیر الصحابیات، ص۱۰۲، نامور مسلمان خواتین: ص۲۲)

اولادِ فاطمہؓ سے محبت

ایک مرتبہ حضور ﷺ حضرت ابو ہریرہؓ کو لے کر حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر حضرت حسنؓ کے بارے میں سوال کرنے لگے کہ کیا یہاں چھوٹو ہے، کیا یہاں چھوٹو ہے؟ اتنے میں حضرت حسن آ پہنچے اور دونوں ایک دوسرے سے گلے لپٹ گئے

اس وقت آپ ﷺ نے دعا کی کہ: اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت فرما اور جو اس سے محبت کرے اس سے بھی محبت فرما۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت حسنؓ چھوٹے تھے۔

حضرت اسامہ بن زید سے مروی ہے کہ بچپن میں رسول اللہ ﷺ مجھے اپنی ران پر بٹھاتے اور دوسری ران پر حسن کو بٹھاتے اور دونوں کو چمٹا لیتے اور یوں فرماتے تھے: اَللّٰھمّ ارحَمھُمَا فَانّی ارحمھما . ترجمہ: اے اللہ! ان پر رحم فرما؛ کیونکہ میں ان پر رحم کرتا ہوں۔ بعض مرتبہ آپ ﷺ حضرت فاطمہؓ سے فرماتے کہ: میرے بیٹوں کو لاؤ، پھر آپ ﷺ ان کو سونگھتے اور سینے سے چمٹاتے تھے۔ (رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں: ص۶۳)

والد اور بیٹی کا ایک دوسرے کا خیال رکھنا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے ایک مرتبہ آپ ﷺ کو جَو کی روٹی کا ایک ٹکڑا دیا، آپ نے فرمایا: اے فاطمہؓ! تین روز سے میں نے کچھ کھایا نہیں، اتنا عرصہ گزر جانے پر آج یہ مجھے ملا ہے۔

اسی طرح ایک مرتبہ آپ ﷺ بھوکے گھر سے نکلے، راستے میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ملے، وہ بھی بھوکے تھے۔ یہ تینوں حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان یا کھجور کے باغ پر پہنچے، انہوں نے آپ کی دعوت کی اور کھجور کا ایک خوشہ توڑ کر آپ ﷺ کے سامنے رکھا اور بکری کا بچہ ذبح کر کے سالن بنایا اور روٹی تیار کی۔ آپ ﷺ نے ایک روٹی میں تھوڑا سا گوشت رکھ کر حضرت ابوایوبؓ کو دیا کہ یہ فاطمہؓ کو پہنچا دو، اس کو بھی کئی روز سے کچھ نہیں مل سکا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس کو پہنچا دیا۔ (رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں: ص۶۷)

حضرت فاطمہؓ کا ایثار اور یہود کا اسلام

ایک دفعہ قبیلۂ بنوسلیم کا ایک بوڑھا ضعیف آدمی مسلمان ہوا، حضور ﷺ نے اسے

دین کے ضروری مسائل واحکام سکھلائے اور پھر پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ مال ہے؟ اس نے کہا: خدا کی قسم! بنی سلیم کے تین ہزار آدمیوں میں سب سے زیادہ فقیر ہوں۔ حضور ﷺ نے صحابہؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا: تم میں سے کون اس مسکین کی مدد کرے گا؟ حضرت سعد ابن عبادہؓ اٹھے اور کہا: یا رسول اللہ! میرے پاس ایک اونٹنی ہے جو میں اس کو دیتا ہوں حضور ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کون ہے جو اس کا سر ڈھانپ دے؟ حضرت علیؓ اٹھے اور اپنا عمامہ اتار کر اس اعرابی کے سر پر رکھ دیا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو اس کے کھانے کا بندوبست کرے گا؟ حضرت سلمانؓ فارسی اٹھے، اس اعرابی کو ساتھ لیا اور اس کی خوراک کا انتظام کرنے لگے۔ چند گھروں سے دریافت کیا؛ لیکن وہاں سے کچھ نہ ملا۔ پھر حضرت فاطمہؓ کے دروازے پر جا کر دستک دی، پوچھا کون ہے؟ انہوں نے سارا واقعہ سنایا اور درخواست کی کہ اے اللہ کے سچے رسول کی بیٹی! اس مسکین کی خوراک کا بندوبست کیجیے۔ سیدہؓ آبدیدہ ہو کر بولیں: اے سلمان! خدا کی قسم! آج ہم سب کو تیسرا فاقہ ہے، دونوں بچے بھوکے سوئے ہیں لیکن سائل کو خالی ہاتھ جانے نہ دوں گی، جاؤ! یہ میری چادر شمعون یہودی کے پاس لے جاؤ اور کہو فاطمہؓ کی یہ چادر رکھ لو، اور اس غریب کو تھوڑی سی جنس دے دو۔

حضرت سلمانؓ اعرابی کو ساتھ لے کر اس یہودی کے پاس گئے اور تمام حالات بیان کیے۔ وہ حیران رہ گیا اور پکار اٹھا: اے سلمان! خدا کی قسم! یہ وہی لوگ ہیں جن کی خبر توریت میں دی گئی ہے۔ تم گواہ رہنا کہ میں فاطمہؓ کے باپ پر ایمان لایا۔ اس کے بعد کچھ غلّہ حضرت سلمانؓ کو دیا اور چادر واپس کر دی۔ حضرت سلمانؓ غلہ لے کر لوٹے، حضرت فاطمہؓ نے پیسا اور اعرابی کے لیے روٹی پکا کر حضرت سلمانؓ کو دی۔ انہوں نے کہا: کچھ بچوں کے لیے رکھ لو۔ جواب دیا: سلمان! جو چیز خدا کی راہ میں دے چکی ہوں وہ میرے بچوں کے لیے جائز نہیں۔ حضرت سلمانؓ روٹی لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں

پہنچے۔حضور ﷺ نے وہ روٹی اعرابی کو دی اور حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے، ان کے سر پر ہاتھ رکھا اور آسمان کی طرف دیکھ کر دعا کی: بارالہا! فاطمہ تیری کنیز ہے، اس سے راضی رہنا۔ (تذکار صحابیات: ص ۱۳۶)

جہنم کا خوف

امام ذہبی ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ حضرت فاطمہؓ کے یہاں تشریف لے گئے، حضرت فاطمہؓ نے اپنے گلے میں سونے کا ہار پہنا ہوا تھا، جو کہ حضرت علیؓ نے ان کو ہدیہ میں دیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے فاطمہؓ! کیا تم کو اچھا لگے گا کہ لوگ یوں کہیں کہ محمد کی بیٹی کے گلے میں آگ کا ہار ہے۔ یہ فرما کر آپ چلے گئے۔ حضرت فاطمہؓ نے اس ہار کو بیچ کر اس کے بدلے غلام خریدا اور اسے آزاد کر دیا۔ جب آپ ﷺ کو اس کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے جس نے فاطمہؓ کو آگ سے نجات عطا فرمائی۔ (نساء مبشرات بالجنہ: ص ۲۱۱)

روایاتِ حدیث

حضرت فاطمہؓ سے اٹھارہ حدیثیں مروی ہیں، جن میں سے ایک صحیحین میں بھی موجود ہے اور آپ سے روایت کرنے والے آپ کے بیٹے حضرت حسن وحسین اور حضرت علی، عائشہ صدیقہ، اُمّ سلمہ اور انس ابن مالک رضی اللہ عنہم جیسے کبار صحابہ ہیں۔

حضرت فاطمہؓ کے تفقہ پر واقعاتِ ذیل شاہد ہیں:

حضرت علیؓ کسی سفر میں گئے تھے، واپس آئے تو حضرت فاطمہؓ نے قربانی کا گوشت پیش کیا، ان کو عذر ہوا، حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ آپ ﷺ نے اس کی اجازت دے دی ہے۔

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ ان کے یہاں گوشت تناول فرمارہے تھے کہ نماز کا وقت آ گیا۔آپ ﷺ اسی طرح اُٹھ کھڑے ہوئے۔ چونکہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضوٹوٹ جاتا ہے؛ اس لیے حضرت فاطمہؓ نے دامن پکڑا کہا: وضو کر لیجیے، ارشاد ہوا: بیٹی! وضو کی ضرورت نہیں ہے، تمام اچھے کھانے آگ ہی پر تو پکتے ہیں۔ (مسند احمد:۲۸۲/۶-۲۸۳ بحوالہ سیر الصحابیات:ص۹۹)

یہ حضرت فاطمہؓ کی کے کچھ اوراق تھے، جن کی جھلک راقم نے قارئین کے حضور پیش کرنے کی طالب علمانہ سعی کی ہے، ورنہ حضرت فاطمہؓ کی حیاتِ مقدسہ کا ہر ورق اپنے تیئں معانی و مفاہیم اور دروس وغیرہ کا خزینہ لیے ہوئے ہے، جن کی اس مختصر مقالے میں گنجائش نہیں۔ ہم اپنے اس مقالے کو علامہ اقبال کے اشعار پر ختم کرتے ہیں۔ علامہ اقبال نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو ان الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کیا تھا:

مزرعِ تسلیم را حاصل بتول — مادراں را اسوۂ کامل بتولؓ
بہر محتاجے دلش آں گونہ سوخت — با یہود چادرِ خود را فروخت
نوری وہم آتشی فرما نبرش — گم رضائش در رضائے شوہرش
آن ادب پروردۂ صبرورضا — آسیا گردنوں و لب قرآن سرا
گریہ ہائے او ز نالیں بے نیاز — گوہر افشاندے بداماں نماز

۞۞